بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

# انوار مدینہ


| شمارہ : ۵ | جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ / مئی ۲۰۰۹ء | جلد : ۱۷ |
|---|---|---|



| سیّد مسعود میاں | سیّد محمود میاں |
|---|---|
| نائب مدیر | مدیر اعلیٰ |



**بدلِ اشتراک**

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ............ سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ ............... سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ ............... سالانہ ۲۵ ڈالر

**جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس**

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

**ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے**

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

**فون نمبرات**

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 5330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 5330310

فون/فیکس : 042 - 7703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 6152120

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

## اس شمارے میں


| | | |
|---|---|---|
| حرفِ آغاز | | ۳ |
| درسِ حدیث | حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ | ۶ |
| ملفوظات شیخ الاسلامؒ | حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ | ۱۰ |
| حضرت عائشہؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد کا مغالطہ | حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ | ۱۴ |
| حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ | ۳۰ |
| تربیتِ اَولاد | حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ | ۳۴ |
| دُنیا کدھر جارہی ہے؟ | حضرت مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری | ۳۶ |
| آیت خاتم النبیین اَور اکابر اُمت | حضرت مولانا ضیاء الحسن صاحب طیّب | ۴۴ |
| گلدستۂ احادیث | حضرت مولانا نعیم الدین صاحب | ۴۶ |
| قطع رحمی ..... قرآن وسُنت کی روشنی میں | حضرت شیخ محمد بن ابراہیم الحمد | ۴۸ |
| دینی مسائل | | ۵۶ |
| وفیات | | ۵۹ |
| اَخبار الجامعہ | | ۶۰ |


آپ کی مدتِ خریداری ماہ..........................................ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ..............روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

**نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !**

۳۰ر مارچ کو مناواں پولیس کے تربیتی مرکز پر نامعلوم اَفراد نے حملہ کر کے کئی سو زیر تربیت جوانوں کو یرغمال بنالیا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اُن کی تعداد دس یا بارہ تھی۔ اُن کے خلاف کارروائی کے لیے پولیس رینجرز اور فوج کو طلب کرلیا گیا اور غالبًا کور کمانڈر کی قیادت میں آٹھ دس گھنٹوں پر مشتمل طویل اور زبردست فوجی کارروائی کی گئی۔ اِس دوران ہیلی کاپٹروں کی بھی مدد شاملِ حال رہی، مگر مٹھی بھر نامعلوم حملہ آوروں کو قابو کر کے بہت سی قیمتی جانوں کو پھر بھی نہ بچایا جاسکا اور مسلسل کئی گھنٹوں کے مقابلے کے بعد اخباری کے اطلاعات کے مطابق کچھ حملہ آور اپنے کو بم سے اُڑانے میں اور کچھ فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے، چند کے بارے میں اداروں کا کہنا ہے کہ گرفتار کرلیے گئے۔ تاحال اِس واقعہ کی حتمی تحقیقات سامنے نہیں آئیں۔ مگر اِس واقعہ کا عوامی ردِ عمل جو کہ اصل اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور عوامی حلقوں سے وابستہ ہر کس و ناکس اِس کو فوری طور پر محسوس کرلیتا ہے مثبت اَنداز میں سامنے نہیں آیا۔

جس دن یہ واقعہ ہوا اُسی شام کو ہماری ملاقات ایک پرائیویٹ گاڑی کے ڈرائیور سے ہوئی جو جامعہ مدنیہ جدید آیا ہوا تھا اور یہ واقعہ ہر طرف زیرِ بحث تھا اُس کے سامنے اِس کا تذکرہ ہوا تو وہ بے اختیار ہنسنے لگا اور کہا :

''آج تو مزا آ گیا میں اپنی گاڑی ورکشاپ ٹھیک کروانے گیا ہوا تھا وہاں ٹی وی پر یہ سارا منظر دیکھتا رہا پولیس کے جوانوں کا فرار دیکھ کر جی خوش ہو گیا کوئی پتلون اور بنیان پہنے دوڑا جارہا تھا کوئی احاطہ کی دیوار پر چڑھ کر گندے نالہ میں چھلانگ لگا رہا تھا پیچھے سے اُس کی پتلون کیچڑ سے بھری ہوئی تھی اور دوڑا جارہا تھا۔ یہ کہہ کر وہ پھر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

میں نے پوچھا کہ تم اِس پر اِتنا خوش کیوں ہورہے ہو اور اِس میں ہنسنے کی کیا بات ہے، کہنے لگا یہ بڑے ظالم لوگ ہیں آج ہمارا جی ٹھنڈا ہوا ہے۔ پھر کہنے لگا ورکشاپ کے کارکن اور اُن کا سپروائزر بھی یہ مناظر دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہے۔

پھر کہنے لگا کہ سپروائزر نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں کہیں جا رہا تھا تو اچانک مجھے کسی نے پیچھے سے آواز دی میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ تمہارا موبائل پیچھے گرا ہوا ہے میں نے اپنی جیب پر ہاتھ مارا اور ٹٹول کر جواب دیا کہ میرا موبائل تو جیب میں ہے پھر وہ لڑکے جلدی سے میرے طرف بڑھے اور پستول دکھا کر موبائل چھین کر فرار ہو گئے میں دیکھتا ہی رہ گیا کہ یہ کیا ہوا۔ اچانک موبائل پولیس کی گاڑی نظر آئی میں نے اُن کو بتلایا کہ میرے ساتھ ایسا معاملہ ہوا ہے اور وہ اِدھر کو بھاگے ہیں تو پولیس والے یہ کہہ کر چلتے بنے کہ تم موبائل اپنے پاس رکھتے ہی کیوں ہو!

پھر اُسی ڈرائیور نے اپنا چشم دید واقعہ سنایا کہ جب میں آج گاڑی ورکشاپ لے جا رہا تھا تو راستہ میں ایک موٹر سائیکل کا حادثہ ہو چکا تھا اُس کے پاس جواں سال خاتون کی لاش پڑی تھی خاتون کا شوہر شیر خوار بچہ کو گود میں لیے کھڑا رو رہا تھا اور پولیس کو بتلا رہا تھا کہ ایسے ایسے گاڑی اُس کو ٹکر مار کر بھاگ گئی ہے، پولیس والے اُس کی مدد اور دلاسہ دینے کے بجائے اُلٹا اُسی کو ڈانٹنے لگے کہ تم لوگ خود غلط چلتے ہو پھر جب حادثہ ہو جاتا ہے تو رونے پیٹنے لگتے ہو۔ ڈرائیور کہنے لگا کہ ہمیں بڑا دُکھ ہوا، بیوی کی لاش سامنے پڑی تھی معصوم بچی گود میں بلک رہی تھی اور پولیس اُس کے ساتھ یہ سلوک کر رہی تھی۔

یہ واقعہ سنا کر وہ کہنے لگا کہ کہ ایسی پولیس کے ساتھ جب ایسا کچھ ہو تو کیا ہمیں خوشی نہیں ہوگی مزا نہیں آئے گا؟؟''

یہ سارا واقعات اور عوامی ردِّعمل کسی تبصرہ کے محتاج نہیں ہیں البتہ اِن میں حکمرانوں عدالتوں اور انتظامی اِداروں کے لیے انتہائی خطرناک اِشارے ہیں کہ اگر حالات ایسے ہی رہے تو اُن پر آنے والی بڑی چھوٹی اِفتاد کی صورت میں سر چھپانے کو کوئی جگہ نہ ہوگی۔ فوج کے لیے بھی اِس میں سبق ہے کہ جب عوامی سطح پر کسی بھی کام کو ملک وقوم کے خلاف تصور کیا جاتا ہو اور اِس کے باوجود عوامی جذبات نظر اَنداز کر کے اپنے ہی عوام کے خلاف کارروائیاں جاری رکھی جائیں تو پھر وہ دِن دُور نہیں کہ چشمِ فلک ایسے مناظر دیکھے کہ جن کے تصور سے ہی ہر محبِّ وطن کی رُوح کانپ اُٹھتی ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں غلط کاموں سے بچنے کی سچی توفیق عطاء فرمائے اور ہمارے ملک پر رحم فرمائے، آمین۔

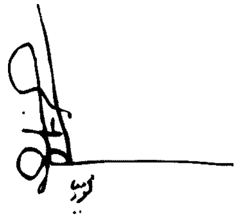

## جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

مولای صلّ وسلّم دائمًا ابدًا — درسِ حدیث — علٰی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری ومقبول فرمائے۔(آمین)

## ''شبِ قدر'' دُعاؤں اَور ''شبِ براءت'' اِستغفار کے اعتبار سے اہم ہے

## شبِ قدر کی ساعت میں کیا دُعا مانگنی چاہیے؟

## اِس ساعت میں جو مانگے گا ویسا ہی ہو جائے گا

﴿ تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

( کیسٹ نمبر 58 سائیڈ B 1986 - 05 - 16 )

**الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین اما بعد !**

یہ رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اَور برکتوں کا مہینہ ہے اَور یہی مہینہ ہے جس میں جنابِ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں شبِ قدر ہوئی تھی وہ ستائیسویں شب تھی جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہوئی اَب آپ کے بعد صوفیائے کرام کا قول تو یہی ہے کہ سال بھر میں کوئی سی بھی رات ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے اِس کو مخفی ہی رکھا ہے اُس کی حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ اِسے مخفی رکھا جائے اَور اِس میں ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اُس وقت جو دُعاء کر لی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ یہ رات جو ہے یہ دُعاء کی قبولیت کے لحاظ سے بہت فضیلت رکھتی ہے بڑی تاثیرات ہیں اِس میں۔

اَور ایک ہے وہ جو چودہ اَور پندرہ شعبان کی درمیانی رات ہے اُس کا اِستغفار کے لحاظ سے بڑا درجہ ہے اُس میں جو اِستغفار کرے گا اُس کے لیے استغفار کی قبولیت کی بشارت آئی ہے، کوئی خدا سے معافی چاہے

اپنے گناہوں کی بخشش چاہے تو اُس کے لیے اُس میں بہت بڑی بشارت ہے کہ قبول ہوتی ہے، اُس میں یہ بھی تعلیم دی گئی کہ قبرستان بھی جائیں وہاں اہل قبرستان کے لیے بھی مغفرت کی دُعاء کریں تو وہ رات تو کہلاتی ہے بَرَاءَ ۃ کی رات، ''بَرَاءَ ۃ'' یعنی گناہوں سے معافی اَور بَری کر دینا تو وہ شَبِّ بَرَاءَ ۃ ہوئی۔ اُردو میں بھی براءت بولتے ہیں لکھتے ہیں اِس کو۔

## جو مانگے گا بعینہٖ وہی قبول ہوگا :

اَور دُوسری یہ ہے رات یہ جو ہے یہ قبولیت کے لحاظ سے ہے کہ جو دُعاء کی جائے قبول ہوجائے گی اچھی کریں اچھی، بُری کریں بُری، صرف دُنیا کے متعلق کریں تو وہ، آخرت کے متعلق کریں تو وہ، جو کلمات زبان سے نکل جاتے ہیں بعینہٖ وہی پورے ہوجاتے ہیں بعض دفعہ۔ اَور ایسی چیز ایسی ساعت ایسا وقت اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اِسے مخفی رکھا جائے لہٰذا اِسے مخفی رکھا گیا۔

## قبولیت کی ساعت کسی کسی کو اَور رات کی فضیلت ہر کسی کو مل سکتی ہے :

اَور جس رات میں یہ ساعت آتی ہے اُس رات کی فضیلت بتادی وہ ہر عبادت کرنے والے کو حاصل ہوسکتی ہے۔ ایک تو ہے اُس رات میں وہ گھڑی وہ وقت بعینہٖ نصیب ہوجائے کہ جس میں دُعاء کی جاتی ہے اَور وہ قبول ہوتی ہے رَد نہیں ہوتی بلفظہٖ پوری ہوجاتی ہے جو زبان سے نکلے ہوں الفاظ وہی پورے ہوجاتے ہیں۔ اَور ایک ہے وہ ساری رات شام سے لے کر صبح تک اُس کی فضیلت، وہ فضیلت حاصل سب کو ہوسکتی ہے جو بھی آدمی سال بھر جاگ لے رات کو عبادت کرلے تہجد پڑھ لے یا جو عشاء اَور فجر پڑھ لے جماعت کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کے یہاں لکھ دیا جاتا ہے کہ جیسے وہ جاگتا ہی رہا ہے اَور نماز ہی پڑھتا رہا ہے، رات بھر کی عبادت لکھ دی جاتی ہے یہ اللہ کی طرف سے فضل اَور احسان ہے کہ وہ لکھ دیں وہ عنایت فرمادیں جو نہ کیا ہو بندہ نے وہ بھی حساب میں لگا دیا جائے اُس کے۔ تو یہ عطا ہے اُس کی اَور عطا کو کوئی روک ہی نہیں سکتا۔ آپ کسی کو کچھ دینا چاہتے ہیں تو کوئی سمجھائے گا ہی آپ کو کہ نہ دیں روک تو نہیں سکتا، اگر آپ کی وہ چیز ہے اَور آپ کو اختیار ہے تو کسی نہ کسی طرح دے ہی دیں گے آپ۔ تو اِسی طرح اللہ تعالیٰ کسی کو دینا چاہتے ہیں تو کون روک سکتا ہے؟

تو اُس نے کچھ چیزیں ایسی رکھی ہیں جو عام کردیں تو جو آدمی بھی کم اَز کم یہ کہ جماعت سے پڑھ لے نمازِ عشاء اَور فجر تو اُس کو اللہ تعالیٰ کے یہاں رات کی عبادت کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے کیونکہ جو سُنّت

طریقہ ہے وہ تو یہی ہے کہ جو عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائے گا اَور صبح کی اُٹھ کر پڑھ لے گا تو اُس نے درمیان میں گناہوں والی زندگی گزاری بھی نہیں سو ہی رہا ہے تو اُس کو وہ لکھ دیا جائے گا۔

اَور دُوسری صورت یہ ہے کہ وہ عبادت کر بھی لیتا ہے سچ مُچ تو یہ بھی شکل ایک ہے مگر لوگوں میں یہ اُس سے کم ہے۔ تو جو بھی کرلے گا عبادت تو اُس کو وہ ثواب تو مل جائے گا۔ قرآن میں آیا ہے لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے اِس میں عبادت جو کرلے گا وہ ایک ہزار مہینوں سے زیادہ کرلی عبادت۔ تو ایک ہزار مہینوں کے تو بہت سے سال بن جاتے ہیں ستّر اَسّی سال بن جاتے ہیں تو گویا اِتنا بڑا درجہ یہ عبادت کے لحاظ سے خدا کا قرب حاصل کرنے کے لحاظ سے ہوا۔

## سب سے بڑا خوش قسمت :

اَور ایک وہ چیز ہے جو خاص ہوتی ہے کہ اُس کو وہ ساعت بھی اللہ تعالیٰ بتلا دیں دکھلا دیں اَور اُس کو توفیق ہو جائے کہ وہ اُس میں دُعاء کرلے، خدا سے اُس کی رضا چاہ لے اُس کا فضل چاہ لے یہی صحابۂ کرامؓ کی توصیف آئی ہے تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا اللہ سے اُس کا فضل اَور اُس کی رضا چاہتے ہیں تو اِس سے بڑا انعام کوئی ہے ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی سے نواز دیں اُس بندہ کو اَور یہی جگہ جگہ ذکر ہو رہا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ، وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ کہیں کوئی جملہ کہیں کوئی جملہ کہیں کوئی کلمہ کہیں کوئی کلمہ تو صحابۂ کرامؓ کی اصلی حالت اور قلبی کیفیت جو تھی وہ یہ ہوگئی اُن کے دل کی کہ وہ چاہتے ہی یہ تھے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اَور اپنا فضل ہمارے ساتھ شامل رکھے متوجہ رکھے ہمیں اپنے فضل سے نوازتا رہے يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا یہ اُن حضرات کی سچ مُچ حالت ہوگئی تھی دل کی کیفیت ہی یہ ہوگئی۔ تو اگر کسی کو توفیق ہو جاتی ہے اَور وہ اُس وقت یہ دُعاء بھی کرلیتا ہے تو وہ سب سے بڑا خوش قسمت ہے۔

## کس کی دُعا زیادہ اچھی تھی؟ :

ایک صاحب تھے ترکی کے شیخ الاسلام کے بارے میں وہاں ہوا کرتے تھے مختلف دَور میں مختلف علماء گزرے ہیں ''شیخ الاسلام'' کہلاتے تھے۔ ایک شیخ الاسلام وہ بھی ہیں جن کی لائبریری وہاں سے مدینہ طیبہ میں منتقل ہوگئی وہ کہلاتی ہے ''مکتبۃ شیخ الاسلام'' اَور اَب تک تو جگہ اُس کو بڑی عجیب ملی ہوئی تھی سڑک

کے اِس طرف رَوضۂ اَطہر ہے مسجدِ نبوی ﷺ میں اَور سڑک کے اُس طرف وہ ہے گنبد بنا ہوا ہے نظر آتا ہے وہ جو گنبد اُدھر نظر آتا ہے وہ مکتبۂ شیخ الاسلام کا ہی ہے، وہ ترکی کے تھے اللہ جانتا ہے اُن کا ہے یا کسی اَور کا ہے بہرحال بڑے عالم کا واقعہ ہے وہ فرماتے تھے کہ کہیں جا رہے تھے، ایک آدمی اُن کے ساتھ تھا اَور ایک وہ خود تھے تو اِن دونوں کو کسی شب یہ اِحساس ہوا کہ جیسے اِس وقت یہ شب ِقدر کی وہ ساعت ہے تو دُعاء کرلی جائے۔ ایک نے تو دُعاء یہ کی کہ ایمان پر خاتمہ نصیب ہو، اِنہوں نے یہ دُعاء مانگی کہ اللہ تعالیٰ مجھے علم دے اَور شہرت دے میرے علم کو اِتنی کہ میں سب سے بڑا عالم کہلاؤں یا ہوجاؤں جو بھی کلمات تھے۔ اِنہوں نے علم کی دُعاء کی اَور علم کی شہرت کی دُعاء کی اگرچہ اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علم بھی بڑی چیز ہے علمِ دین خاص طور پر، یہ اللہ تعالیٰ کی ایک عنایت ہے بڑی خصوصی۔

تو شہرت کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو فائدہ پہنچے تو چیز تو کوئی غلط اُنہوں نے ایسی نہیں مانگی وہ کہتے ہیں کہ اُس کا انتقال تو میرے سامنے ہوا اَور ایمان پر ہوا ٹھیک طرح سے جیسے اُس نے دُعاء کی تھی ویسے ہی ہوا۔ اَور اپنے بارے میں کہتے تھے کہ میں اِتنا مشہور ہو چکا ہوں کہ میں ہی پہچانا جاتا ہوں اِس نام سے یا اِس عُرف سے پوری مملکت میں لیکن کہتے ہیں کہ دُعاء مجھ سے بہتر اُس آدمی کی تھی جو میرے ساتھ تھا کہ اُس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ اپنے بارے میں کہتے تھے کہ مجھے کیا پتا اپنے بارے میں کیونکہ جو دُعاء کی تھی اُس کا تعلق اِس سے تھا کہ علم زیادہ ہو چرچا زیادہ ہو شہرت زیادہ ہو وہ حاصل ہوگئی اُس کا تعلق آخرت سے بھی ہے یا نہیں اِس کا کوئی پتا نہیں تو مجھ سے اچھی دُعاء اُس کی تھی جسے کوئی جانتا بھی نہیں لیکن خاتمہ ایمان پر ہوا۔

تو ایسی بھی اِس میں ساعت آتی ہے یہ بیشتر رمضان میں ہی ہوتا ہے ایسے اَور اگر یہ نہ بھی ہو تو بھی ہر رات ایک وقت ایسا گزرتا ضرور ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی مبارک ساعتیں بھی نصیب فرمائے اَور اُس میں اُن دُعاؤں کی توفیق عطاء فرمائے کہ جن سے اُس کی رضا اَور اُس کی خوشنودی اَور اُس کا قرب حاصل ہوتا ہو۔ ہم سب کو اَور ہمارے گزرنے والے اَحباب اَور رشتہ داروں اَور اَساتذہ اَور مشائخ سب کو اللہ تعالیٰ اپنی رضا اَور رحمتیں نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعاء ............

# ملفوظات شیخ الاسلام

# حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

☆ علماءِ دین اوّل تو نہایت کم ہیں وہ بھی اپنی بڑی بڑی ملازمتوں اَور وجاہتِ آمدنی وغیرہ کی فکر میں سرگرداں ہیں پیشہ وَر پیرانِ عظام کا کام صرف ٹیکس وصول کرنا ہے، مُردہ جنت میں جائے یا دوزخ میں ہم کو اپنے حلوے مانڈے سے غرض ہے یہ اُن کے حسبِ حال ہے۔

☆ علماء کے فرائض بہت زیادہ ہیں جن سے ہم میں سے اکثر اَفراد بے خبر ہیں۔

☆ بارگاہِ نبوت سے اِستفادہ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ مراقبہ ذاتِ الٰہیہ میں مشغول رہیں جو کچھ فیوض پہنچنے والے ہیں وہ پہنچیں گے اِس کے قصد یا سوال کی ضرورت نہیں ہے۔ حاضری روضۂ مبارک کے وقت میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رُوح پر فتوح کو وہاں جلوہ اَفروز سُننے والی، جاننے والی، غایتِ جمال وجلال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہِ عالم کے دَربار کی حاضری خیال کی جائے اَور جملہ طرقِ اَدب کا لحاظ رکھا جائے۔

☆ سب سے بڑا عمل تسخیر تقویٰ ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا.

☆ مجھ کو اجازت وقراءت وسماعت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب عثمانی سے ہے اَور اُن کو قراءت وسماعت واجازت حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی دہلوی ثم المدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے ہے اَور اُن کو قراءت وسماعت کی اجازت حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی ثم المکی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے ہے

☆ اتباعِ سنت اَور اَسلافِ کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو مضبوطی سے معمول بہ رکھیں اَور تعلیمی اَور علمی جدوجہد میں حتی الوسع کسل [1] کو پاس نہ آنے دیں۔

---
[1] سُستی

☆ اگر کوئی مصیبت آپ پر آئے کشادہ پیشانی سے اُس کو برداشت کیجیے "ضَرْبُ الْحَبِیْبِ ذَبِیْبٌ" سمجھیے اَور قلب کو اِن تمام دُنیاوی اَور تکوینی کدورتوں سے پاک اَور صاف کیجیے۔

☆ ہمارا خاندان اُمراء اَور نوابوں کا خاندان نہیں ہے فقراء کا خاندان ہے اگرچہ زمینداری بڑے پیمانے پر تھی مگر صرف آخر کی دو پشتیں دُنیادار گزری ہیں ورنہ باوجود زمینداری کے فقیرانہ طرز رہتا تھا اَور ذکر و فکر مراقبہ وغیرہ میں مشغول رہتے تھے یہی بات میں نے والد صاحب مرحوم سے بارہا سُنی ہے۔

☆ زُمرۂ مجاہدین میں داخل ہونا اَور اللہ کے راستہ میں تکالیف جھیلنا عظیم الشان عبادت ہے۔

☆ خدا نے تین ایسے برگزیدہ بندے جو کہ حقیقی نائب ختمِ رُسل تھے مجھ کو دِکھلائے اَور کم و بیش اُن کی صحبت عطا ہوئی۔

☆ میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اَولاد میں سے نہیں ہوں حضرت کی اَولاد کے لوگ رامپور میں اَور خود دہلی میں خانقاہِ مجددیہ میں موجود ہیں۔ میرے مرشد و آقا حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز ہیں اُنہوں نے اگرچہ مجھ کو چاروں طریقوں میں بیعت فرمایا تھا جن میں سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ بھی ہے مگر اصلی طریقہ اَور عام تعلیم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چشتیہ صابریہ کی تھی۔

☆ مولانا اِصلاحی صاحب [1] واقع میں اِصلاحی نہایت نیک طینت اَور مخلص ہیں جہاں تک ہم نے اُن کا تجربہ کیا ایسے للّٰہیت والے مخلص، سچّے، دیندار، ذی علم و عمل اِس زمانہ میں کم ملتے ہیں۔

☆ ترمذی شریف جلد ثانی کتاب الدعوات میں قرآن شریف کے حفظ ہونے کی ایک نماز اَور دُعا ذکر کی گئی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہی شکایت کی تھی اِس پر آپ ﷺ نے یہ طریقہ بتلایا تھا اِس سے اُن کو بہت فائدہ ہوا، شراحِ حدیث اِس پر اپنا تجربہ ذکر فرماتے ہیں۔

☆ بہت سے قریب رہنے والے ناکام رہتے ہیں اَور دُور کے بسنے والے مثل اُویس قرنی رحمہ اللہ کامیاب ہوجاتے ہیں۔

☆ ذاتِ باری عزوجل تمام رنگ و رُوپ، جسمانیت اَور مادّیت سے منزہ اَور پاک ہے اَور تمام کمالات اَور بڑائیوں کے ساتھ موصوف ہے۔

---

[1] حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی، مرتب مکتوبات شیخ الاسلامؒ

☆ مودُودی صاحب نے کس عربی مدرسہ میں تکمیل کی؟ کون سا سرٹیفکیٹ اُن کے پاس ہے؟ علومِ عربیہ اَور فقہ اسلامی میں اُن کا کیا پایہ ہے؟ کتنے دِنوں اُنہوں نے عربی علوم وفنون اَور فقہ اسلام کے اُصول و فروع کی خدمت کی؟ ہم تک اِس کی کوئی تفصیل نہیں پہنچی ہے بیشک اُن کے دل میں اسلامی ہمدردی اَور مذہبی جوش بہت کچھ بھرا ہوا ہے تحریرات زوردار کرتے ہیں مگر فتویٰ کے لیے یہ مقدار کافی نہیں ہے۔

☆ علماء اَور صلحاء کوخواب میں دیکھنا رویائے صالحہ میں ہے اَور مبارک اَمر ہے۔

☆ معلوم ہونا چاہیے کہ اہلِ دُنیا رُوساءِ سرمایہ دار صرف مادّیت اَور اُس کی قوت کے معترف اَور دلدادہ و پرستار ہوتے ہیں ہم جیسوں کو تو وہ اپنے جوتے کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ میرے تعلقات اہلِ ثروت سے نہایت ہی کم بلکہ تقریبًا معدوم ہیں، یہ لوگ نہ پیر کے ہوتے ہیں نہ فقیر کے۔

☆ دُنیا کی بے عزتی اَور دُنیا کی تکالیف خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں آخرت کے عذاب کے سامنے خواہ وہ ایک منٹ یا ایک سیکنڈ کے لیے ہو اتنی بھی نسبت نہیں رکھتیں جو کہ ذرّہ کو پہاڑ کے سامنے ہے پھر اِن تکالیفِ دُنیاویہ کی وجہ سے آخرت کا عذابِ دائمی خودکشی کے ذریعہ سر لینا کس قدر جہالت اَور حماقت ہے۔

☆ جوانمردی اَور اتباعِ خدا اَور رسول کی یہی شان ہے کہ اِنسان اپنے عزائم کو خواہشات کو اللہ اَور رسول کے سامنے سربسجود کردے اَور خواہ کتنی ہی نفس پر مشقت اَور ناگواری پیش آئے اِس کی پروانہ کرے اَور اللہ ورسول ﷺ کا تابعدار بنا رہے لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَابِعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ یہ قولِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔

☆ میں آپ کو مندرجہ ذیل عمل بتاتا ہوں اِس پر آپ مداومت کریں اِنشاء اللہ ہر قسم کی مشکلات خواہ روزی اَور رزق کی ہوں یا اَعزہ واَقرباء کے ستانے کی ہوں حل ہوتی رہیں گی مگر اِس کو برابر کرتے رہیں خلل نہ پڑے۔ اگر ممکن ہو تو اَخیر رات میں ورنہ بعد اَز مغرب یا بعد اَز عشاء اَور اگر رات میں ممکن نہ ہو تو دن ہی میں ایسے وقت میں کہ نوافل جائز ہوں چار رکعت بہ نیت رفعِ مصائبِ نازلہ وقضاء حاجت ومشکلات پڑھیں۔ اوّل رکعت میں بعد سورہ فاتحہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ سو بار۔ اَور دُوسری رکعت میں بعد اَز فاتحہ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ سو بار۔ اور تیسری رکعت میں بعد اَز فاتحہ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی

اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ o سو مرتبہ۔اَور چوتھی رکعت میں بعد اَز فاتحہ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر o سو مرتبہ پڑھیں۔اَور سلام پھیرنے کے بعد سَو مرتبہ رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ پڑھ کر دفعِ مشکلات و(تکمیل) اِرادہ کے لیے دِل سے دُعاء بحضورِ قلب مانگا کریں انشاءاللہ تھوڑے ہی عرصہ میں عمدہ نتائج ظاہر ہوں گے۔سَو کا عدد گننے کے لیے تسبیح لے سکتے ہیں، ہاتھ باندھے نماز میں شمار کر سکیں گے۔

☆ میرے محترم ! جو کچھ میرے ساتھ میرے ساتھیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ ہوا وہ اُن معاملات کے سامنے جو کہ انبیاء و مرسلین بالخصوص ہمارے آقا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کافروں نے کیا ایسی نسبت بھی نہیں رکھتا جو کہ ذرّہ کو پہاڑ کے سامنے ہوتی ہے۔اگر ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں تو ہم کو اِس میں سے بھی حصہ ضرور ملنا چاہیے، وارِث کو اگر مورِث کے ترکہ سے کچھ حصہ ملتا ہے تو وہ اَور اُس کے اَحباب خوش ہوتے ہیں یا غیظ وغضب میں آتے ہیں؟

☆ نہایت مضبوطی سے راسخ القدم رہیے اَور روزانہ مغرب یا عشاء کے بعد سورہ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ مَعَ بِسْمِ اللّٰہُ ایک سَو ایک مرتبہ پڑھ لیا کیجیے، صبح کی نماز کے بعد سات مرتبہ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ پڑھ لیا کیجیے۔

☆ جناب رسول اللہ ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں اِنَّ اَعْدٰی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ ''سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا دُشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔''

علمی مضامین سلسلہ نمبر۳۱، قسط : ۱۴

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

# حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

## حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

۲۲۔ ابن سعد ایک عمدہ کتاب ہے بہت عمدہ نکتے اِس میں مل جاتے ہیں بہترین روایات بھی اِس کتاب میں موجود ہیں یہ متقدمین سے ہیں خود ابن سعد قابلِ اعتماد ہیں نقل میں دیانت سے کام لیتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ روایات پیش کرتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ کاتبِ واقدی تھے اِس لیے اِس کتاب میں کم اَز کم چوتھائی روایات واقدی سے ہیں۔ یہ تائیدی روایت بھی محمد بن عمر واقدی سے ہے۔

مختصراً تو اِتنا ہی کافی ہے کہ یہ واقدی کی روایت نا قابلِ اعتبار ہے۔ مگر میں اِس لیے تفصیل دے رہا ہوں کہ اِس روایتِ تزوج میں رُواۃِ مابعد نے وہی ہنرمندی برتی ہے جو واقدی کا ہنر تھا یعنی وضعِ اَسانید۔

کسی مضمونِ روایت کے لیے جو کسی خاص راوی سے منقول ہو دُوسری اَسانید مہیا کرنا اور مضمونِ روایت ثابت شدہ کو دیگر اَسناد پر........کر دینا۔ مختلف رُواۃ کی مختص اسناد سے کسی مضمونِ روایت کو چسپاں کرنا

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

تا کہ روایت میں استحکام اور تعدد پیدا ہو جائے۔ چونکہ روایت اپنی اصلی سند سے معلوم ہوتی ہے اِس لیے اِس مضمون کو نئی سند سے قبول کرنے میں تردد نہیں ہوتا۔ ایک نئی سند سے مضمون سامنے آتا ہے۔

اور اِس خاص سند سے راوی کی انفرادیت ظاہر ہوتی ہے۔ نئی سند سے اِس روایت کے دریافت کرنے کا سہرا اُس کے سر ہوتا ہے۔ اور اِس روایت پر اُس کی اجارہ داری قائم ہوتی ہے۔ اور علمی دُنیا میں ایک نئی روایت کا معلوم سند سے اضافہ ہو جاتا ہے۔ علماء نقدِ رُواۃ کے اِس فعل کو وضع اَسانید سے تعبیر کرتے ہیں۔

۲۳۔ علماء نقد نے اِسے راوی کا بہت بڑا عیب شمار کیا ہے جیسا کہ تہذیب کی نشان زدہ عبارات سے ظاہر ہے۔ عبارات تہذیب التہذیب رقم ۶۰۴ محمد بن عمر الواقدی۔

۱. قَالَ زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى السَّاجِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْوَاقِدِيُّ قَاضِيْ بَغْدَادَ مُتَّهَمٌ ........ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ لَمْ يَزَلْ يُدَافِعُ اَمْرَ الْوَاقِدِيُّ حَتّٰى رَوٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ نبهان عَنْ اُمِّ سَلِمَةَ حَدِيْث اَفَعَمْيَاَانِ اَنْتُمَا فَجَاءَ بِشَيْءٍ لَاحِيْلَةَ فِيْهِ وَالْحَدِيْثُ حَدِيْثُ يُوْنُسَ لَمْ يَرْوِ غَيْرُهٗ.

۲. اِمَامُ اَحْمَدَ كَيْفَ تَسْتَحِلُّ اَنْ تَكْتُبَ عَنْ رَجُلٍ رَوٰى عَنْ مَعْمَرٍ حَدِيْثَ نبهان وَهٰذَا حَدِيْثُ يُوْنُسَ تَفَرَّدَ بِهٖ

۳. وَقَالَ الْبُخَارِيُّ الْوَاقِدِيُّ مَدَنِيٌّ سَكَنَ بَغْدَادَ مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ تَرَكَهٗ اَحْمَدُ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ نُمَيْرٍ كَذَّبَهٗ اَحْمَدُ وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ كَذَّابٌ .

۴. يَحْيَى بْنُ مُعِيْنٍ ''ضَعِيْفٌ لَيْسَ بِشَيْءٍ'' ''كَانَ يُقَلِّبُ حَدِيْثَ يُوْنُسَ وَيُغَيِّرُهٗ عَنْ مَعْمَرٍ''.

۵. قَالَ الشَّافِعِيُّ فِيْمَا اَسْنَدَهُ الْبَيْهَقِيُّ ''كُتُبُ الْوَاقِدِيِّ كُلُّهَا كِذْبٌ''.

۶. قَالَ النَّسَائِيُّ فِي الضُّعَفَاءِ '' اَلْكَذْبِيُّوْنَ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْكَذِبِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعَةٌ اَلْوَاقِدِيُّ بِالْمَدِيْنَةِ''...... اِلٰى آخِرِهٖ .

قَالَ اَبُوْدَاوُدَ '' لَا اَكْتُبُ حَدِيْثَهٗ وَلَا اُحَدِّثُ عَنْهُ مَا اَشُكُّ اَنَّهٗ كَانَ يَفْتَعِلُ الْحَدِيْثَ''.

قَالَ بَنْدَارٌ "مَا رَأَيْتُ اَكْذَبَ مِنْهُ".

قَالَ اِسْحٰقُ ابْنُ رَاهُوَيْهِ " وَهُوَ عِنْدِیْ مِمَّنْ يَّضَعُ " قَالَ الشَّافِعِیُّ " كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعُ رِجَالٍ يَضَعُوْنَ الْاَسَانِيْدَ اَحَدُهُمُ الْوَاقِدِیُّ ".

اَبُوْزُرْعَةَ " مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ " اَبُوْحَاتِمٍ " كَانَ يَضَعُ" قَالَ الذَّهْبِیُّ "اِسْتَقَرَّ الْاِجْمَاعُ عَلٰى وَهْنِ الْوَاقِدِیِّ".

واقدی اِس قسم کی وضع کا ماہر ہے اور دُوسرے رُواۃ بھی اِس پر عمل کرتے ہیں یہ اسرائیل عن الاعمش سے اِس مضمونِ روایتِ ہشام کو متعلق کرنا واقدی کا کام ہے۔ اِس لیے میں نے اِس روایت کو درخورِ اعتناء خیال نہیں کیا۔

عرض یہ ہے کہ وہ سند جسے آپ متابع روایت ابو معاویہ فرمارہے۔ ابو معاویہ عن الاعمش ایسی سند نہیں ہے کہ تنہا روایتِ تزوج کے ثبوت کے بار کو برداشت کر سکے۔ یہ صفت روایتِ ہشام میں ہے۔ صحاح کے مصنفین کا اندازِ بیاں اِس کا مظہر ہے۔ اسی طرح ابو عبیدہ کی روایت تنہا اِس بارِ ثبوت کو برداشت نہیں کرسکتی کوفے میں طبقۂ ثانیہ تک اِن روایتوں کی عدمِ مقبولیت اِس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اصل اَور متابع میں یہی فرق ہے کہ اصل میں اکیلی سند کافی ہے اور متابع میں اکیلی سند کافی نہیں ہوتی۔ بخاری کے نزدیک بہت سے راوی ایسے ہیں کہ اُن سے اصل میں روایت نہیں لیتے متابعۃً لے آتے ہیں۔ آپ فرمائیں گے تو مثالیں بھی لکھ دُوں گا۔

روایات میں متابع دوم روایت ابو معاویہ عن الاعمش معارف ص ۵۹...... مہربانی فرما کر معارف کا یہ صفحہ سامنے رکھ کر میری گزارشات پر غور فرمائیں۔

اِس روایت کے پہلے راوی ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ رجالِ حدیث میں سے نہیں ہیں۔ کتبِ رجال میں اُن کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ تاریخی کتاب ہے اور یہ معلوم ہے کہ تاریخی روایات کی اتنی چھان بین نہیں ہوتی۔ تاریخ میں دُوسرے اور تیسرے درجے کی روایات کو عام طور پر قبول کرلیا جاتا ہے۔ یہ روایتیں محدثین کی کڑی جرح وتعدیل کی متحمل نہیں ہوسکتیں اِس لیے اِن میں تسامح سے کام لیا جاتا ہے۔

ابن قتیبہ کے دور میں روایتِ تزوج مشہور ہوچکی تھی بغیر حوالے کے بھی ذکر کرنا کافی تھا چنانچہ اِس

روایتِ اسود سے چند سطریں اُوپر بغیر کسی حوالے کے حضرت عائشہ کے نکاح کا قصّہ بیان کیا ہے اور اپنے اِس بیان کو اِس روایت سے مؤید کرنے کی کوشش کی لیکن جرح وتعدیل کے نقطۂ نظر سے یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔

ایک متابع روایت کے اَور متابع ہونے کے تو کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔ خود متابع ابو معاویہ میں بھی یہ سکت نہیں کہ اِس باب میں اکیلی سند کافی ہوسکے۔ ابو معاویہ نے بھی دونوں روایتیں اکٹھی بیان کی ہیں یعنی ہشام کی روایت کو بھی بیان کیا اور اعمش کی روایت کو بھی بیان کیا۔ مگر ہشام کی روایت کو اِسی طبقۂ ثانیہ کے آٹھ اور کوفی حفاظ بھی بیان کرتے ہیں۔ اِس لحاظ سے روایتِ ہشام اُن کے دور میں مشہور ہوچکی تھی اور روایتِ اعمش کو اپنے طبقے میں وہ اکیلے بیان کرنے والے ہیں اِس لیے بعد کے محدثین نے اسے بطورِ متابع قبول کر لیا

ابو بکر نے اپنی کتاب مصنف میں اگر صرف یہ روایت لی ہے تو اُس کی پشت پر بھی ہشام کی مشہور روایت ہے کیونکہ ابو بکر خود بھی روایتِ ہشام کے راوی ہیں جیسا کہ مسلم میں ہے۔ نیز اُن کے دور میں یہ روایت مشہور ہوچکی تھی۔ یہ شہرت کے وجہ سے ثبوت سند سے مستغنی ہوچکی تھی۔ اس کی شہرت کا پختہ ثبوت تو طبقۂ ثانیہ کے ۱۲ کوفی وبصری حفاظ نے پیش کر دیا تھا اِس لیے ناقص سند سے پیش کر دینا بھی کافی تھا۔

اَب خاص طور پر اِس سند کے متعلق یہ عرض کہ خود ابن قتیبہ محدث نہیں ہیں نقد حدیث سے نابلد ہیں۔ ابو الخطاب بصری۔ ان کی وفات اور اِن کے شیخ کی وفات میں کم اَز کم ۵۵ سال کا فرق ہے تو سماع میں بھی اتنا فرق ہے۔ دیکھئے تہذیب۔ معلوم نہیں کیا کہا کیا یاد رکھا۔

۳۔ مالک بن سعید خود قابل برداشت راوی ہیں۔ بخاری میں متابعۃً شاید کوئی روایت آتی ہو۔

۴۔ یہ روایت اسود صحاح خمسہ میں اعمش تک عنعن سے ہے اور ابو معاویہ سے حدثنا اور اخبرنا سے ہے۔ آپ نے جو ابن سعد سے واقدی کا متابع لکھا ہے اُس میں بھی عن الاعمش ہے۔ مگر اِس روایتِ ابن قتیبہ میں حدثنا عن الاعمش ہے یا ابن قتیبہ نے غلطی کی یا اُن سے اُوپر کے راویوں میں سے کسی نے غلطی کی ہے۔ پھر الفاظِ روایت پر غور فرمائیے۔ " تَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاَنَا بِنْتُ تِسْعَ سِنِیْنَ تُرِیْدُ دَخَلَ بِیْ وَکُنْتُ عِنْدَہٗ تِسْعًا " یہ تُرِیْدُ دَخَلَ بِیْ کہنے والے کون سے راوی ہیں۔ کیونکہ جو روایت صحاح میں منقول ہے اُس میں تو یہ الفاظ نہیں ہیں۔ دُوسری کتابوں کی روایات میں بھی نہیں ہیں۔ پھر یہ حضرت عائشہؓ کے

ترجمانی کرنے والے کون ہیں؟ اور اگر اُس میں سے تُرِیْدُ دَخَلَ بِیْ کو نکال دیا جائے تو اِس روایت کا مطلب ہے کہ ۹ سال کی عمر میں نکاح کیا اور ۹ سال آپ کے پاس رہیں۔ یعنی ۲ ؍ہجری میں نکاح کیا تو یہ ایسے مضمون کی روایت ہے جو سب سے الگ ہے اَسود کی معروف روایت کے خلاف ہے۔ اِس حالت میں یہ کسی کی بھی متابع نہیں ہے۔

سفیان بن عیینہ کے بارے میں آپ نے جو طویل بحث فرمائی ہے وہ غیر متعلق ہے مگر چونکہ غیر واقعی بھی ہے اور توہینِ ابن عیینہ اور توہینِ عیینہ پر مشتمل ہے۔ اِس لیے عرض ہے۔ ''آپ نے خود فرمادیا کہ سفیان تعلماً و تعلیماً غیر کوفی ہیں اور ابتداء ہی سے وہ کوفے سے چلے گئے تھے اِس لیے وہ مکی ہیں اور سند امام شافعی کی روایت مکی ہے کوفی نہیں ہے اور سفیان کا اِس روایت کو مدینہ میں سننا راجح ہے۔''

رواۃ کے متعلق کتبِ رجال میں مختلف قسم کے اقوال درج ہوتے ہیں۔ صورت یہ ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنی مفید مطلب عبارتیں اَخذ کر لیتا ہے اور باقی کو ترک کر دیتا ہے الا ماشاءاللہ۔ آپ نے بھی اِسی پر عمل کیا۔

تہذیب التہذیب رقم ۲۰۵ ''سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ بْنِ اَبِیْ عِمْرَانَ مَیْمُوْنِ الْھِلَالِیُّ اَبُوْ مُحَمَّدِ نِ الْکُوْفِیُّ سَکَنَ مَکَّۃَ وَقِیْلَ اِنَّ اَبَاہُ عُیَیْنَۃُ ھُوَالْمَکِّیُّ اَبَا عِمْرَانَ '' اِس عبارت میں یہ صراحت ہے کہ سفیان کوفی ہیں پھر مکے میں سکونت اختیار کر لی تھی پھر صیغۂ تمریض قیل سے بیان کہ عیینہ مکی تھے ابن عیینہ کے متعلق مکی ہونے کا صیغہ تمریض سے بھی ذکر نہیں کیا۔ آپ نے پہلی عبارت چھوڑ دی قیل سے جملہ نقل کیا اَور ثابت یہ کیا کہ وہ مکی ہیں یہ کونسا اِستدلال ہے؟

تہذیب کی باقی عبارتوں سے مجھے کوئی تعرض نہیں کیونکہ اُن میں یہ ہے کہ زہری کے علوم کے سفیان ماہر ہیں اور عمر بن دینار کے علوم کے ماہر ہیں اور حجاز کی روایات کے محافظ ہیں۔ اِن عبارات سے اُن کے کوفی ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ تذکرۃ الحفاظ سے جو روایات نقل فرمائی ہیں اُس میں ہے ''طَلَبَ الْعِلْمَ فِیْ صِغَرِہٖ'' اِس سے کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ کوفی نہیں تھے۔ ''وہ حجاز کے علوم کے ماہر تھے'' اِس سے کسے اِنکار ہے مگر اِس سے کیسے ثابت ہوا کہ وہ مکی تھے کوفی نہیں تھے۔

کفایہ نے جو عبارت امام احمد سے نقل کی ہے وہ ہے ''اَخْرَجَہٗ اَبُوْہُ اِلٰی مَکَّۃَ وَھُوَ صَغِیْرٌ فَسَمِعَ مِنَ النَّاسِ عَمْرَو بْنَ دِیْنَارٍ وَابْنَ اَبِیْ '' اِس سے اِتنا معلوم ہوا کہ بچپن میں اُنہیں اُن کے والد

نے تعلیم کے لیے مکے بھیج دیا تھا کیا اِس سے وہ مکی بن گئے؟ جن دو شیوخ سے سماع کیا ہے اُن میں سے ایک عمر بن دینار بصری ہیں معلوم نہیں اُن سے مکے میں سنا یا بصرے میں۔

شعبہ اور خود ابن عیینہ کی عبارات سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ''بچپن میں علم حاصل کرنا شروع کر دیا تھا'' اور ''عمر بن دینار اور زہری کے علوم کے ماہر ہیں'' یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عمر بن دینار بصری اور زہری ۸۰ھ میں شام چلے گئے تھے اور آخر تک شام ہی میں رہے۔ اُن کی وفات بھی اُن کی جاگیر میں ہوئی جو حجاز اور فلسطین کی سرحد پر ہے وہیں سڑک کے کنارے دفن ہوئے۔ جو عبدالملک بن مروان کی اولاد کے اتالیق بن گئے تھے۔ ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک، ولید بن یزید وغیرہ سب اِنہی زہری کے تلامیذِ ملوک ہیں۔ زیادہ سے زیادہ عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچپن میں شام گئے اور بصرے گئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عیینہ جاہل اور امیر آدمی تھے۔ اپنے بیٹے کو سونے کے بُندے پہنائے ہوئے تھے اور بڑی عمر تک پہنائے رکھے تھے۔ خود ابن عیینہ، باوجود علم الروایہ حاصل کرنے کے سمجھ بوجھ سے عاری تھے۔ اور اُس دَور کے اساتذہ خصوصیت سے زہری اور عمر بن دینار دُنیادار عالم تھے کہ اُنہوں نے تلمیذ کو سونا پہننے اور زُلفیں بنانے سے نہ روکا۔ جس روایت سے اتنے مفاسد لازم آتے ہوں ضروری ہے ہم اُس پر غور کریں۔

غرض سفیان کوفی تھے کوفے میں اُن کا مکان تھا۔ اُن کے والد کوفے کے متموّل آدمی تھے۔ ابن عیینہ اپنی عمر کے ۵۳ سال کوفے میں رہے۔ یہ روایت ہشام بن عروہ اُنہوں نے کوفے میں سنی۔ جب سفیان کے طبقۂ ثانیہ میں ۸ اور حفاظ حدیث کوفی ہیں اور اِس روایتِ ہشام کے براہِ راست راوی میں نویں یہ سفیان بھی ہیں۔ اور اِسی طبقۂ ثانیہ کے چار حفاظِ حدیث اور بصرہ سے اِس روایتِ ہشام کے براہِ راست راوی ہیں۔ اَصل میں تو روایت ہشام بن عروہ کو اِن ۱۳ رُواۃ حفاظِ کوفی و بصری نے مشہور بنایا ہے۔ ورنہ اِس سے پہلے تو خبر واحد تھی۔ میں دُوسرے مقدمے میں اِس پر مفصل بحث کروں گا کہ رُواۃ ہشام بن عروہ جنہوں نے یہ روایت اُن سے کوفے و بصرے میں سنی اُن میں سفیان بن عیینہ بھی ہیں۔

مجھے تعجب ہے کہ آپ نے جوشِ اِستدلال میں سفیان بن عیینہ کو بچپن سے مکی ثابت کرنے کے لیے ناکافی مواد کو کافی خیال فرمایا اور پہلی عبارت کو چھوڑ کر تمریض کے صیغے قیل سے استناد کیا۔ تہذیب التہذیب

سفیان بن عیینہ کی آخری عبارت نظر سے اُوجھل رہی وہ یہ ہے ''وَجَزَمَ بْنُ صَلَاحٍ فِیْ عِلْمِ الْحَدِیْثِ بِاَنَّہٗ مَاتَ ثَمَانٍ وَ تِسْعِیْنَ وَمِأَۃٍ '' وَکَانَ انْتِقَالُہٗ مِنَ الْکُوْفَۃِ اِلٰی مَکَّۃَ سنہ ۱۶۳ فَاسْتَمَرَّ بِھَا اِلٰی اَنْ مَاتَ .

حاشیہ میں ہے ''فی التقریب وَلَہٗ اِحْدٰی وَتِسْعُوْنَ سَنَۃً'' یعنی سنہ ۱۶۳ھ سے اپنی وفات سنہ ۱۹۸ھ تک ۳۵ سال عمر کے آخری زمانے میں مکے ہی میں رہے۔ اِسی لیے حافظ علوم حجاز قرار پائے لیکن ہشام سے یہ روایت تزوج یقیناً سفیان نے مکے میں نہیں سنی بلکہ کوفے ہی میں سنی کیونکہ ہشام بن عروہ کی وفات عراق میں سنہ ۱۴۶ھ میں ہوئی اور اُن کی وفات کے سترہ سال بعد سنہ ۱۶۳ھ میں سفیان مکے میں آکر سکونت پزیر ہوئے۔

آپ کے آخری پیرے ''میرا مقصد یہ ہے کہ ..... الی آخرہ'' میں جو آپ نے فرمایا واقعہ کے لحاظ سے دُرست نہیں۔ آپ نے یہ فرمایا: ''حضرت عائشہؓ کی ہر روایت تزوج اپنی جگہ اَصل ہے اور ان سے سننے والے ایک دُوسرے کے متابع نہیں ہو سکتے''۔ آپ کا یہ اندازِ بیان مغالطہ آمیز ہے صورت یہ ہے کہ مختلف کتبِ حدیث میں مختلف اسناد سے روایتِ تزوج مذکور ہے۔ ہم نے تتبع سے اُنہیں جمع کر لیا اور آخر میں سب کو جمع کر کے ہم نے دیکھا کہ سب روایتوں میں کثیر تعداد اَسناد کے بعد صرف تین چار راوی اُن سے براہِ راست روایتِ تزوج بیان کرتے ہیں۔ روایتِ ہشام بن عروہ ہشام سے بیان کرنے والے مثلاً:

(مسلم میں)

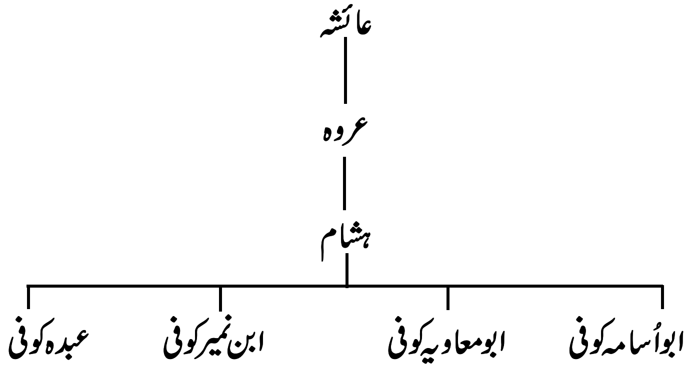

(بخاری میں)

عائشہ

|

عروہ

|

ہشام

ابواُسامہ کوفی — علی بن مسہر کوفی — سُفیان کوفی — وہب بصری

اِسی طرح ابوداؤد ابن ماجہ اور نسائی میں۔ اِن سب کتب میں مصنّف سے اُوپر کے رُواۃ روایت تزوج میں ایک دُوسرے کے مؤید ہیں۔ روایتِ تزوج ہشام حضرت عائشہؓ سے تو خبرِ واحد کے طور سے مذکور ہے۔ ہشام تک خبر واحد ہے، نیچے آکر تعدد ہو گیا ہے۔ ہر راوی کے اعتبار سے یہ علیحدہ خبر ہو گئی۔ اس طرح ایک روایت مصنّفین کے دور میں پچاس روایتیں بن گئیں۔ اَب اِس جگہ یہ ایک دُوسرے کے مؤید ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ابومعاویہ کی اسود والی روایت ابومعاویہ کی ہشام والی روایت کی مؤید ہے۔ اسی طرح ابوعبیدہ کی روایت کے آخری راوی کی روایت ہشام والی روایت کی مؤید ہے۔

| پہلی روایت | | دُوسری روایت |
|---|---|---|
| عائشہ | | عائشہ |
| عروہ | | اَسود |
| ھشام | | ابراہیم |
| ابومعاویہ | | اَعمش |
| | | ابومعاویہ |

شرح نخبۃ الفکر دیکھیے اِسی طرح مثالیں دی ہیں۔ صحاح میں تو ہر ایک صحابی کی روایت مستقل ہوگی۔ صحابی جرح وتعدیل سے وارء ہے لیکن صحابی سے تابعی کی روایت میں جرح وتعدیل جاری ہوتی ہے۔ اور اِسی

لیے روایت کے قوت وضعف کا اِس پر انحصار ہوتا ہے۔

ایک صحابی سے کئی تابعین کی ایک روایت راوی کی صفات کے لحاظ سے مختلف ہوگی کوئی اَقوی ہوگی کوئی قوی کوئی صحیح ہوگی کوئی حسن ہوگی کوئی ضعیف ہوگی پھر جوں جوں رُواۃ کا سلسلہ بڑھتا جائے گا ہر طبقے کے راوی کے لحاظ سے ایک ہی صحابی کی روایت کی صفات بدلتی رہیں گی اور ایک راوی بھی کاذب سند میں شامل ہوگیا تو وہی روایت ساقط الاعتبار ہوجائے گی۔ اِس لیے آپ کا حضرت عائشہ کی روایت کے بارے میں یہ فرمانا اُن سے خود سننے والے ایک دُوسرے کے متابع نہیں ہوں گے۔ بہرصورت خلافِ واقعہ ہے۔ پہلے قدم پر بھی اور آخری قدم پر بھی۔ پہلے راوی کی روایت بھی اَصل اور متابع ہوسکتی ہے اَور آخری راوی کی روایت بھی اَصل اور متابع ہوسکتی ہے۔ اَصل اور متابع کا مدار سند ہے۔ سند قوی ہے تو اَصل ہے سند کمزور ہے تو متابع اور مؤید ہے۔

آپ نے اِس روایتِ تزوج کے حضرت عائشہ سے براہِ راست سات رُواۃ کے سماع کا ذکر کیا ہے اور لفظوں میں لکھا ہے آٹھ شمار ہوں گی۔ مثلاً اَسود عن عائشہ۔ عروہ عن عائشہ۔ ابوعبیدہ عن عائشہ۔ یہ تینوں روایتیں صحاح خمسہ میں مذکور ہیں۔ مصنفین نے اِنہیں ذکر کر کے اَصل اور متابع کو ظاہر کیا ہے۔ بعض نے صرف ایک روایت کو لیا ہے۔ اُن کے نزدیک وہی اَصل ہے۔ بعض نے دو کا ذِکر کیا ہے۔ اُن کے نزدیک پہلی اَصل ہے اور دُوسری متابع ہے۔

یہ بات بھی دیکھنے کی ہے کہ یہ تینوں روایتیں کوفی ہیں۔ اَسود ابوعبیدہ کوفی ہیں اُن کے نیچے کے رُواۃ کوفی ہیں۔ روایتِ ہشام کے رُواۃ اُن سے براہِ راست نقل کرنے والے ۹ کوفی ہیں اور حفاظِ حدیث ہیں۔ روایتِ ہشام کے اقوی ہونے کی بڑی وجہ یہی ہے۔ اِس روایتِ تزوج پر غور کرنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔ معتبر کتبِ حدیث میں یہ روایت سب سے پہلے

(ا) مصنف عبدالرزاق ۲۱۱ھ میں آئی مگر اُس کتاب میں مرسَل عروہ ہے یعنی حضرت عائشہ کے متعلق ایک قول تابعی ہے حضرت عائشہ سے منقول نہیں۔

(ب) پھر امام شافعی کی کتاب الام میں ہشام بن عروہ کی روایت موصول ہو کر آئی۔ یہ امام ہیں اکیلے ہی دُوسرے رُواۃ پر بھاری ہیں۔

(ج) پھر یہی روایتِ ہشام بن عروہ دارمی، بخاری اور ابوداؤد میں آئی۔

صحاحِ ستہ میں سے بخاری میں ۲۵۶ھ تک یہی روایت سامنے آئی۔ پھر مسلم میں اُس کے ساتھ ابومعاویہ سے اَسود کی روایت بھی ۲۶۱ھ میں آئی۔ یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ مسلم نے ابوبکر سے پندرہ سو روایتیں بیان کی ہیں، روایتِ تزوج بھی انہوں نے ابوبکر سے لی ہے مگر ہشام والی روایت کو قبول کیا اور ابوبکر کی اَسود والی روایت کو اُن سے نہیں لیا۔ مسلم کے سامنے ابوبکر کی دونوں روایتیں تھیں: ابوبکر، ابواُسامہ، ہشام، عروہ اَور ابوبکر، ابومعاویہ، اَعمش، ابراہیم اور اَسود۔ امام مسلم نے پہلی روایت کو منتخب کیا اور اَسود کی روایت ابومعاویہ سے دُوسرے راوی سے قبول کی حالانکہ مصنف ابن ابی شیبہ اُن کے سامنے تھی اور آپ کے بقول اُس میں صرف ابومعاویہ کی روایت ہے اُسے مسلم نے اِن سے قبول نہیں کیا۔

واقعے کے لحاظ سے کتاب الام کی روایت ہشام کے بعد مصنف ابوبکر میں ابومعاویہ اَسود والی روایت سامنے آئی پھر مسندِ امام احمد میں روایتِ ہشام اور روایتِ اَسود مذکور ہیں۔ اِس لحاظ سے صرف دو سندیں معتبر ہوئیں : روایتِ ہشام اور روایتِ اَعمش۔

محدثین کے ہاں سندِ عالی کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ثنائیات، ثلاثیات، رُباعیات وغیرہ۔ بخاری کی ثلاثیات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے سندِ نازل کے مقابلے میں سندِ عالی کو۔ بشرطیکہ کوئی راوی مجروح نہ ہو۔ ترجیح دی جائے گی۔

طبقۂ ثانیہ میں جہاں یہ روایت شہرت کو پہنچی ہشام کی سند عالی ہے اور اَسود کی سند نازل ہے۔ مثلاً ابومعاویہ، ہشام، عروہ، عائشہ۔ ابومعاویہ، اَعمش، ابراہیم، اسود، عائشہ۔ پہلی روایت میں حضرت عائشہ تک ایک واسطہ کم ہے اور دُوسری میں ایک راوی زیادہ ہے۔

وضاحت :

(مسلم) اَبُوْبَکْرٌ ، اَبُوْاُسَامَۃَ، ہِشَامٌ ، عُرْوَۃُ ، عَائِشَۃُ ؓ.

(مسلم) اَبُوْکُرَیْبٌ ، اَبُوْمُعَاوِیَۃَ ، اَعْمَشُ ، اِبْرَاہِیْمُ ، اَسْوَدُ ، عَائِشَۃُ ؓ .

غرض سب کے قبول کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ سند عالی ہے اور اَسود والی روایت کی سند نازل ہے۔ دُوسری وجہ اَسود والی روایت کے ابراہیم کے نیچے کے بعض راوی مجروح ہیں۔ امام شافعی سے ۲۰۴ھ سے لے کر نسائی ۳۰۳ھ تک دو روایتیں مروی ہیں : ایک اعلیٰ ہشام والی اَور دُوسری اَدنیٰ اَسود والی۔

## مصعب بن سعد عن عائشہ :

یہ سند آپ نے ابن سعد ص ۶۰ سے لی ہے سند یہ ہے :

'' اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَھَّابِ نَا اِسْرَائِیْلُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ مَصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ مِثْلَہٗ ''.

اِس پوری سند میں حضرت عائشہ رض کا نام نہیں ہے۔ اِس لیے یہ مرسلِ مصعب ہے۔ چونکہ روایت میں کوئی مضمون نہیں ہے ہر مضمون کی سند کے بعد مثلہ رکھا جا سکتا ہے۔

اس لیے اِس مہمل روایت سے تو کوئی استدلال ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر آپ نے یہ کرم فرمایا کہ اس میں اپنی طرف سے عن عائشہ رض اضافہ فرمالیا۔ کتاب میں نہیں ہے۔

## روایت عبداللہ بن عروہ عن عائشہ :

یہ سند بھی آپ نے ابن سعد سے نقل کی ہے۔ یہ روایت عبداللہ بن عروہ بہت عمدہ روایت ہے۔ مگر آپ نے سند دیکھ کر نقل کردی حالانکہ عبداللہ بن عروہ کی حضرت عائشہ سے کوئی روایت منقول نہیں ہے۔ یہ عروہ کے بڑے فاضل لڑکے تھے ہشام سے پندرہ سال بڑے ہیں۔ تہذیب التہذیب نے اِن صحابہ کے نام لکھ دیئے ہیں جن سے یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ اُن میں حضرت عائشہ رض کا نام نہیں ہے۔ اِس لیے اِس صورت میں یہ سند ناقص ہے۔ یہ اپنے باپ عروہ سے روایت نقل کرتے ہیں تو اِس سند میں یا عن عروہ رہ گیا ہے یا عبداللہ عن عروہ عن عائشہ تھا یہاں عن کی جگہ ''بن'' لکھا گیا دونوں صورتوں میں یہ نسخ کی غلطی ہے۔ وکیع کی سند میں جو ابن سعد میں ص ۴۰ پر ہے۔ اور مسلم میں اِس روایت کی سند میں عن عروہ عن عائشہ ہے۔

میں مدتوں اِس سند پر غور کرتا رہا۔ ضرورت یہ پیش آئی کہ بخاری شریف میں سفیان سے روایتِ تزوج منقول ہے بخاری اور سفیان کے درمیان محمد بن یوسف ہے محمد بن یوسف استاتذۂ بخاری میں دو ہیں۔ محمد بن یوسف بیکندی۔ جن سے ابتداء میں بخاری نے روایات لی ہیں دُوسرے محمد بن یوسف فریابی۔ سند میں کوئی قید نہیں ہے۔ روایتِ تزوج میں حافظ ابن حجر نے بتلایا کہ اِس سند میں محمد بن یوسف سے مراد فریابی ہیں پھر اِس سے اُوپر سند میں سفیان ہیں۔

اِس میں حافظ ابن حجر کی تصریح ہے کہ سفیان سے مراد ثوری ہیں۔ اسی لیے مطبوعہ بخاری شریف میں محمد بن یوسف کے بعد قوسین میں ( فریابی ) اور سفیان کے بعد ( ثوری ) لکھا گیا۔ مگر بوجوہ میں یہ خیال کرتا تھا

کہ حافظ ابن حجر کی یہ قید اپنی طرف سے ہے۔

اگر محمد بن یوسف سے مراد بیکندی ہوں تو اُن کی سفیان ثوری سے کوئی روایت نہیں ہے اور اگر فریابی مراد ہوں تو اُن کی روایت سفیان بن عیینہ سے بھی ہے اور سفیان ثوری سے بھی ہے۔ بلکہ سفیان ثوری کے مخصوص تلامیذ میں سے ہیں۔لیکن سفیان بن عیینہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ۱۶۳ھ سے مکے شریف میں مقیم ہوگئے تھے اُس کے بعد جو بھی حج یا عمرہ کے لیے مکہ گیا اُس نے ضرور اُن سے روایت کا سماع کیا۔ اِس سے پہلے بھی وہ ہر سال حج کے لیے جاتے تھے۔

زندگی میں ۷۰ حج کیے اِس لیے طُلّاب روایات اُن سے استفادہ کرتے تھے۔امام شافعی نے بھی وہیں سماع کیا۔ میں نے اِس سلسلہ میں مزید چھان بین کے لیے رحلاتِ امام بخاری کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ کہ امام بخاری نے ۲۱۰ میں پہلا سفر حرمین کا کیا دو سال وہاں رہے تاریخ ........اُسی زمانے میں لکھی پھر ۲۱۲ھ میں کوفے گئے۔فریابی فریاب سے اُٹھ کر قیساریہ میں جو ساحل شام پر فلسطین کا ایک قصبہ تھا وہاں آباد ہوگئے تھے۔ چونکہ عمر زیادہ ہوگئی تھی اِس لیے آخر میں سفر سے رہ گئے تھے۔ یہی وجہ ہے امام احمد آخر میں اُن سے ملنے گئے حمص سے آگے بڑھے تو معلوم ہوا کہ اُن کی وفات ہوگئی امام احمد واپس حمص میں آگئے۔ محمد بن یوسف فریابی کی وفات ۲۱۲ میں قیساریہ میں ہوئی۔

امام بخاری اِن کے وفات کے بعد قیساریہ گئے اُن کے ورثا سے اُن کے اَمالی لے آئے۔ مجھے صراحۃً کہیں نہیں ملا کہ امام بخاری اُن سے ملے ہیں۔صحاح خمسہ کے مصنفین محمد بن یوسف فریابی کی روایات امام احمد کے واسطے سے ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ محمد بن یوسف کی وفات کے وقت یہ سب بچے تھے لیکن امام بخاری اُن سے براہِ راست بھی روایت نقل کرتے ہیں۔

بہرحال چونکہ امام بخاری کے نزدیک لقاءِ راوی مرۃً شرط ہے اور اِن روایات کا حاصل کرنا وِجادتاً ہے اِس لیے میں یہی خیال کرتا ہوں کہ اِس روایتِ تزوج میں محمد بن یوسف سے مراد محمد بن یوسف بخاری بیکندی ہیں اور سفیان سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور ثوری روایتِ تزوج کے راوی نہیں ہیں۔ جن روایات میں سفیان بغیر قید کے آتا رہا میں اُس کے نیچے کے رُواۃ کو غور سے دیکھتا رہا۔ اس روایت عبداللہ بن عروہ میں سفیان بلا قید مذکور ہے۔ سند ہے :

اَخْبَرَنَا وَكِيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ تَزَوَّجَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِىْ شَوَّالٍ وَبَنٰى فِىْ شَوَّالٍ فَاَىُّ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اَحْظٰى عِنْدَهٗ مِنِّىْ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ اَنْ تَدْخُلَ نِسَائَهَا فِىْ شَوَّالٍ (ابن سعد جلد۸ ص۴۰)

پھر اِس سے اگلے صفحے ۴۱ پر یہی سند اور یہی روایت لوٹائی گئی۔ اِس میں وکیع کے بجائے تین اور حفاظِ حدیث ہیں اور مضمونِ روایت میں کچھ تفصیل ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اِن حفاظ نے یہ روایت سفیان سے کہاں سنی اور کس سن میں سنی۔ روایت ملاحظہ ہو:

'' اَخْبَرَنَا اَبُوْعَاصِمِ النَّبِيْلُ الضَّحَّاكُ بْنُ مخلد وَالْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَسْدِىُّ قَالُوْا ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَزَوَّجَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِىْ شَوَّالٍ وَاُدْخِلْتُ عَلَيْهِ فِىْ شَوَّالٍ فَاَىُّ نِسَائِهٖ كَانَ اَحْظٰى عِنْدَهٗ مِنِّىْ وَكَانَتْ تَسْتَحِبُّ اَنْ تَدْخُلَ نِسَائَهَا فِىْ شَوَّالٍ'' قَالَ اَبُوْعَاصِمٍ '' اِنَّمَا كَرِهَ النَّاسُ اَنْ يَّدْخُلُوا النِّسَاءَ فِىْ شَوَّالٍ لِطَاعُوْنٍ وَقَعَ فِىْ شَوَّالٍ فِى الزَّمَنِ الْاَوَّلِ '' ''قَالَ اَبُوْعَاصِمٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثَ سَنَةَ سِتٍّ وَاَرْبَعِيْنَ وَمِأَةٍ بِمَكَّةَ فِىْ دَارِ الْحَسَنِ بْنِ وَهْبِ الْجُمْحِىِّ''.

اِس سند میں واضح کر چکا ہوں کہ نسخ ہوا ہے۔ یہی روایت اِسی سند سے مسلم میں بھی آئی ہے۔ اُس میں عبداللہ بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ ہے۔ وکیع کی سند میں عن عروہ ہے اِس روایت سے واضح ہے کہ ہجرت سے پہلے شوال میں نکاح ہوا اور ہجرت کے بعد آنے والے شوال میں رُخصتی ہوگئی۔ نکاح کے بعد ہجرت ہوگئی تھی اور اُس کے ۷ ماہ بعد شوال میں رُخصتی ہوگئی، نکاح اور رُخصتی میں ایک سال کا فرق ہے۔

یہ روایت کا فطری انداز ہے۔ عمر کا ذکر ہے ہی نہیں۔ لیکن یہ روایت ہشام کی روایت کے خلاف ہے اُس میں نکاح اور بناء میں تین سال کا فرق ہے۔ روایتِ ہشام میں رخصتی ۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد ہے۔ اس روایت میں رخصتی ۱ھ ہجری ہے۔ شوال میں ہے۔ بدر سے ایک سال پہلے اور اِس طرح معیت

دس سال بنتی ہے۔

اِس روایتِ سفیان میں سفیان سے نقل کرنے والے الفضل بن دکین کوفی ۲۱۸ھ محمد بن عبداللہ الاسدی کوفی ۲۰۳ھ ابو عاصم النبیل بصری ۲۱۲ھ سب طبقۂ تاسعہ کے رُواۃ ہیں۔ انہوں نے یہ روایت بقول النبیل مجتمعاً مکہ میں سفیان سے ۱۴۶ھ میں سنی۔ اور الحسن بن وھب جمحی کے مکان میں سنی اُس زمانہ میں مکہ میں مشہور جگہ ہوگی۔ وکیع بن جراح کوفی ۱۹۷ھ کی روایت میں اگرچہ تصریح نہیں ہے مگر خیال ہے اُنہوں نے وہیں سنی ہوگی۔ غالبًا حج کے ایام میں سنی ہوگی کیونکہ اِس موقع پر لوگ جمع ہوئے ہیں۔

اِس روایت میں سفیان سے مراد دونوں ہو سکتے ہیں دونوں کوفی ہیں دونوں جلیل القدر محدث ہیں دونوں مرجع خلائق تھے۔ یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ رُواۃ بھی کوفی ہیں صرف ایک بصری ہیں۔ اور مروی عنہ بھی کوفی ہے۔ مگر اَخذ روایت کا مقام مکہ ہے۔ میرے نزدیک اِس روایت میں سفیان سے مراد سفیان ثوری ہیں۔ اِس صورت میں یہ سند عالی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ سفیان ثوری طبقہ سابعہ کے راوی ہیں اور سفیان بن عیینہ طبقہ ثانیہ کے راوی ہیں۔ اِس طرح روایت ایک درجہ اُوپر چلی جاتی ہے۔ دُوسرے سفیان ثوری علاوہ محدث ہونے کے فقیہ بھی ہیں یہ بھی سند میں وجہ استحکام ہے۔ پھر روایت فطری انداز میں ہے۔

ایک فقیہ ہی ایسی روایت کا انتخاب کر سکتا ہے سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ راوی پر تضاد بیانی کا الزام نہیں آتا۔ سفیان بن عیینہ اگر مراد ہوں تو لازم آئے گا۔ ایک طرف روایتِ ہشام بیان کر رہے ہیں کہہ رہے ہیں نکاح چھ سال میں بناء نو سال میں معیت بنی نو سال۔ اِس روایت میں لکھ کہہ رہے ہیں کہ نکاح اور رُخصتی میں فرق ایک سال ہے۔ اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نکاح ۶ سال میں نہیں ہوا۔ نکاح اور بناء میں تین سال کا فرق نہیں ہے اور معیت دو سال رہی، اِس لیے ضروری ہے کہ یہاں اِس روایت میں سفیان ثوری مراد لیا ہو۔

## عَبْدُ الْمَلِكْ بِنْ عُمَيْرْ عَنْ عَائِشَةْ :

معلوم نہیں آپ نے کہاں سے لیا اور اسی طرح عبدالرحمٰن عن عائشہ۔ بہر حال کہیں سے بھی لیا ہو اپنے مقرر کردہ اصول کے مطابق ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔ البتہ عروہ عن عائشہ، اَسود عن عائشہ، ابو عبیدہ عن عائشہ صحاح میں موجود ہیں۔ اِس پر تفصیلی گفتگو کی جا چکی ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے :

(1) خبر واحد ہے یعنی اَحاد سے ہے۔ (2) حدیث مشہور میں ہے (3) حضرت عائشہ سے ناقل عروہ اَسود ابوعبیدہ ہیں۔ (4) محدثین نے عروہ کی روایت کو اَقوی اور اَصل قرار دیا۔ (5) متقدمین اور اَضبط محدثین نے صرف عروہ کی روایت کو لیا جیسے امام شافعی، امام بخاری، امام ابی داؤد اور امام دارمی۔ (6) امام مسلم نے پہلے عروہ کی روایت کا ذکر کیا پھر اَسود کی روایت کا ذکر کیا۔ محدثین کے ہاں ۸ الف کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ پہلے اَصل میں قوی سند سے اقوی روایت لاتے ہیں پھر اُس سے کمتر درجے کی سند سے متابع لاتے ہیں۔ (7) صحیحین میں علی الترتیب عروہ اور اَسود کی روایت ہے۔ (8) ابن ماجہ میں عروہ اور ابوعبیدہ کی روایت ہے علی الترتیب اُن کے نزدیک یہی ثابت ہے۔ (9) نسائی میں عروہ اسود اور ابوعبیدہ کی روایات ہیں۔ (10) روایتِ ہشام شروع میں طبقہ ثانیہ سے خبر واحد تھی۔ (11) طبقہ ثانیہ میں جا کر مشہور ہوگئی۔ (12) دُوسری روایات طبقہ ثانیہ تک خبر واحد ہی رہیں۔ کتابوں میں درج ہونے کے بعد سب مشہور ہیں۔ (13) روایت کی صحت وقوت کا دارومدار سند کی صحت وقوت پر ہے۔ جس سند میں رُواۃ میں صحت کے اوصاف تام ہیں وہ روایت قابلِ اتباع ہے۔ (14) سند کے تمام رُواۃ کا معیاری ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک راوی بھی سند میں ساقط الاعتبار رہے تو روایت کا درجہ کم ہوجائے گا۔ (15) صحابہ جرح وتعدیل سے مبرا ہیں۔ اُن کے درجے میں سند کے اعتبار سے کوئی تقسیم نہیں ہے۔

(16) تابعین پر جرح وتعدیل ہوسکتی ہے اور یہیں سے روایت کے مراتب شروع ہوجاتے ہیں۔ (17) چونکہ ہشام بن عروہ کی روایت کو صحاحِ خمسہ اور ائمہ حدیث سب نے ذکر کیا اِس لیے یہی اَصل قرار پائی۔ جتنے کامل رواۃ اِس روایت کو ملے دُوسری روایتوں کو نہیں ملے اِس لیے یہی اَصل ہے۔ (19) طبقہ ثانیہ میں ۱۳ کوفی اور بصری حفاظ براہِ راست ہشام بن عروہ سے اِس کے راوی ہیں اِس لیے بھی روایت اَصل ہے۔ (20) ہشام کی سند عالی ہے اِس لیے یہی اَصل ہے۔ ابومعاویہ اَسود والی سند نازل ہے اور کمزور ہے اِس لیے متابع ہے۔ (21) روایتِ ہشام بن عروہ کے پہلے راوی عروہ حضرت عائشہ کے لاڈلے بھانجے ہیں اِس لیے یہی اَصل ہے۔ بظاہر روایتِ ہشام کا کوئی راوی مجروح نہیں ہے اِس لیے یہی اَصل ہے۔ (22) روایتِ اَسود ابوعبیدہ کو متابعۃً بھی کس نے لیا کسی نے نہیں لیا۔ اِس لیے یہ اَصل نہیں ہے متابع ہوسکتی ہے۔

(23) اِن متابعات میں سے اکیلی سند کلیۃً قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ (24) ابوبکر بن شیبہ نے اگر

صرف روایتِ اَسود کا ذکر کیا تو واقع کے لحاظ سے متابع ہی کا ذکر کیا اَصل روایت کو چھوڑ دیا اور سند نازل کو قبول کیا۔ (25) ابو بکر ابو معاویہ اَعمش ابراہیم اسود اِس پوری سند میں تمام رُواۃ معیاری نہیں ہیں۔ صرف ابراہیم اور اسود کے قوی ہونے سے روایت قوی نہیں ہو جاتی۔ (26) ابو بکر باوجود جلالتِ قدر مدلس ہیں، تدلیس تسویہ اور تدلیس تلفیق کے مرتکب ہیں۔ متابعات پر بحث کے وقت مثال سے واضح کروں گا۔

(27) ابو معاویہ داعی ...... تھے مرض تشیع میں مبتلا تھے۔ (28) الاعمش سخت مدلس تھے اور متشیع کوفے کے گروہ کے امام تھے۔ (29) جس سند کے تین راوی متکلم فیہ ہوں وہ سند متابع ہی قرار دی جاسکتی ہے اَصل قرار نہیں دی جاسکتی۔ (30) اِسی طرح ابو عبیدہ والی سند مجروح اور مرجوح ہے۔

(31) مشہور وہ روایت ہوتی ہے جس میں اپنے مبداء سے لے کر آخر تک کم اَز کم چار راوی ہوں۔ یہ روایتِ ہشام تک واحد ہے طبقہ ثانیہ میں یہ مشہور ہوئی۔ (32) دو سو ہجری تک صرف روایت ہشام ہی اہل علم کو معلوم تھی تیسری صدی ہجری کے رُبع اوّل میں روایتِ اَسود علم میں آئی، تیسری صدی کے ثلثِ آخر میں روایت ابو عبیدہ علم میں آئی اور یہ آخری دو روایتیں مصنف کتاب تک خبر واحد ہی رہیں۔ کتابوں میں آنے کے بعد سب متواتر ہیں لیکن یہ اصطلاحات۔

(33) اِس کے بعد بھی اگر میں غلطی پر ہوں تو واضح فرمائیں۔

نادانستہ طرزِ تخاطب باعث گرانی طبع ہو تو معافی کا خواستگار ہوں۔ خط کی طوالت کے لیے مزید عفو کا طلبگار ہوں۔

مولانا الیف اللہ سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

دُعا گو

نیاز احمد

(جاری ہے)

اُمتِ مسلمہ کی مائیںؓ قسط : ۳

# حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب ؒ بلندشہری ﴾

## حضرت عائشہؓ نے مصاحبتِ رسول ﷺ سے خوب فائدہ اُٹھایا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سید عالم ﷺ کی مصاحبت میں ۹ سال گزارے اور اِن ۹ سال میں خوب علم حاصل کیا۔ آنحضرت ﷺ کا احترام پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے سوالات کر کے علم بڑھاتی رہیں اَور آپ ﷺ خود بھی اُن کو علوم سے بہرہ وَر فرمانے کا خیال فرماتے رہے۔

حضرت امام زہریؒ نے فرمایا کہ اگر آنحضرت ﷺ کی تمام بیویوں اور اُن کے علاوہ باقی تمام عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب کے علم سے بڑھا ہوا رہے گا۔ حضرت مسروق تابعیؒ فرماتے تھے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خاص شاگرد تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اکابر صحابہ ؓ کو دیکھا جو عمر میں بوڑھے تھے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے بارے میں معلومات کیا کرتے تھے۔ (جمع الفوائد۔ الاصابہ۔ البدایہ)

حضرت ابوموسیٰ ؓ نے فرمایا کہ ہم اصحابِ رسول اللہ ﷺ کو جب کبھی علمی اُلجھن پیش آئی اور اُس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو اُن کے پاس اُس کے متعلق ضرور معلومات ملیں (جس سے مشکل حل ہوئی)۔ (جمع الفوائد و الاصابہ و البدایہ) روایت حدیث میں تابعینِ کرامؒ کے علاوہ بہت سے صحابہؓ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد ہیں۔

## آنحضرت ﷺ سے سوالات :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا برابر آنحضرت ﷺ سے سوالات کرتی رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ سوال کیا یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں۔ فرمائیے میں ہدیہ دینے میں دونوں میں سے کس کو ترجیح دُوں؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا اِلٰی اَقْرَبِھِمَا مِنْکِ بَابًا (کہ دونوں میں سے جس کے گھر کا دروازہ تم سے زیادہ قریب

ہو اُس کو ترجیح دو)۔(بخاری شریف)

ایک مرتبہ سید عالم ﷺ نے دُعا کی اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا (اے اللہ مجھ سے آسان حساب لیجیے) یہ دُعا سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا یا نبی اللہ! آسان حساب کی کیا صورت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اعمال نامہ دیکھ کر درگزر کر دیا جائے گا (یہ آسان حساب ہے پھر فرمایا کہ) یقین جانو! جس کے حساب میں چھان بین کی گئی اے عائشہ وہ ہلاک ہوگیا۔(رواہ احمد)۔(کیونکہ جس کے حساب میں چھان بین ہوگی وہ حساب دیکر کامیاب نہیں ہوسکتا)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نے اور حفصہؓ نے (نفلی) روزہ رکھ لیا پھر کھانا مل گیا جو کہیں سے ہدیہ آیا تھا۔ہم نے اُس میں سے کھالیا۔تھوڑی دیر کے بعد سید عالم ﷺ تشریف لائے (میرا اِرادہ تھا کہ آپ ﷺ سے سوال کروں مگر مجھ سے پہلے (جرأت کرکے) حفصہؓ نے پوچھ لیا۔ جرأت میں وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں۔ یہ پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں نے اور عائشہؓ نے نفلی روزہ کی نیت کی تھی پھر ہمارے پاس ہدیۃً کھانا آگیا جس سے ہم نے روزہ توڑ دیا (فرمایئے اِس کا کیا حکم ہے؟) سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں اِس کی جگہ کسی دُوسرے دن روزہ رکھ لینا۔(جمع الفوائد)

ایک مرتبہ سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اُٹھائے جائیں گے (جیسے ماں کے پیٹ سے دُنیا میں آئے تھے)۔یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! (یہ تو بڑے شرم کا مقام ہوگا) کیا مرد عورت سب ننگے ہوں گے، ایک دُوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ اِس کے جواب میں سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ (قیامت کی سختی اِس قدر ہوگی اور لوگ گھبراہٹ اور پریشانی سے ایسے بدحال ہوں گے کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش ہی نہ ہوگا) مصیبت اتنی زیادہ ہوگی کہ کسی کو اِس کا خیال بھی نہ آئے گا۔(الترغیب والترہیب)

ایک مرتبہ سیّدِ عالم ﷺ نے دُعا کی اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالتِ مسکینی میں مجھے دُنیا سے اُٹھا اور قیامت میں مسکینوں میں میرا حشر کیجیو۔ یہ دُعا سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ایسی دعا کیوں کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا (اِس لیے کہ) بلاشبہ مسکین لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے

جنت میں داخل ہوں گے (اِس کے بعد فرمایا کہ اے عائشہ) اگر مسکین سائل ہوکر آوے تو مسکین کو کچھ دیے بغیر واپس نہ کر اور بھی کچھ نہیں تو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دیا کر۔ اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کر اور اُن کو اپنے سے قریب کر جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے روز اپنے سے قریب فرمائیں گے۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یہ جو اللہ جل شانہٗ نے (قرآن مجید میں) فرمایا ہے: وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَقُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ رَاجِعُوْنَ اور وہ لوگ (اللہ کی راہ میں) جو دیتے ہیں اور اُن کے دِل اُس سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں تو اُن خوف زدہ لوگوں سے (کون مراد ہیں) کیا وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی نہیں! (ایسے لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ اِس آیت میں خدا نے اُن لوگوں کی تعریف فرمائی ہے) جو روزہ رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور (اِس کے باوجود) اِس بات سے ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ یہ اعمال قبول ہی نہ کیے جائیں۔ اِن ہی لوگوں کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے اُولٰٓئِکَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ کہ یہ لوگ نیک کاموں میں تیزی سے بڑھتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک مرتبہ سید عالم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی ملاقات کو محبوب رکھتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ (یہ تو آپ نے بڑی گھبرا دینے والی بات سنائی کیونکہ) موت ہم سب کو (طبعًا) بری لگتی ہے (لہٰذا اِس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی ہم میں سے کسی شخص کی ملاقات کو پسند نہیں فرماتے)۔ اِس کے جواب میں سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جسے طبعی طور پر موت بری لگے اللہ کو اُس سے ملاقات ناپسند ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت آپہنچتا ہے تو اُس کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اللہ کی طرف سے اعزاز و اکرام کی خوشخبری سنائی جاتی ہے لہٰذا اُس کے نزدیک کوئی چیز اُس سے زیادہ محبوب نہیں جو مرنے کے بعد اُسے پیش آنے والی ہے۔ اِس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو چاہنے لگتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ بھی اُس کی ملاقات کو چاہتے ہیں۔ اور بلاشبہ کافر کی موت کا جب وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف

سے سزا ملنے کی اُس کو خبر دی جاتی ہے، لہٰذا اُس کے نزدیک کوئی چیز اِس سے زیادہ ناپسند نہیں ہوتی جو مرنے کے بعد اُس کے سامنے پیش آنے والی ہے۔ اِسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی اُس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں۔(مشکوة شریف عن البخاری والمسلم )

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عورتوں پر ایسا جہاد ہے جس میں جنگ نہیں ہے یعنی حج اور عمرہ۔(مشکوة شریف )

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ (یہ تو واقعہ ہے ) کوئی شخص بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (ہاں ) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی بھی جنت میں نہ جائے گا تین مرتبہ یوں ہی فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ماتھے پر مبارک ہاتھ رکھ کر فرمایا وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ مِنْہُ بِرَحْمَتِہٖ (میں بھی جنت میں داخل نہ ہوں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیوے ) تین مرتبہ یہی فرمایا (مشکوٰة شریف )

ایک مرتبہ سیّدِ عالم ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! یہ تو فرمایئے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ لیلۃ القدر کون سی ہے (یعنی یہ علم ہو جائے کہ آج لیلۃ القدر ہے ) تو دُعا میں کیا کہوں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا یوں کہنا اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ اے اللہ بلاشبہ تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے لہٰذا تو مجھے معاف فرما۔(مشکوٰة )۔(جاری ہے )

## دُعاءِ صحت کی اپیل

مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم العالی کافی دنوں سے علیل ہیں، قارئین کرام سے حضرت کی صحت کے لیے دُعا کی درخواست کی جاتی ہے۔

قسط : ۴

# تربیتِ اَولاد

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ﴾

زیرِنظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل ونقل اور تجربہ کی روشنی میں اَولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہوکر مرجانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی وجسمانی تعلیم وتربیت کے اِسلامی طریقے اورشرعی احکام بتلائے گئے ہیں۔ پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ،عقیقہ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اِس کا مطالعہ اولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے انشاء اللہ مفید ہوگا۔اس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی اِنشاءاللہ۔اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

## اَولاد کی وجہ سے ہزاروں فکریں اور جھمیلے :

اَولاد کے ساتھ ہزاروں فکریں لگی ہوئی ہیں آج کسی کان میں درد ہے کسی کے پیٹ میں درد ہے کوئی گر پڑا ہے کوئی گم ہوگیا ہے اور ماں باپ پریشان ہوتے ہیں تو ممکن ہے کہ خدا نے اِس کو اِسی لیے اَولاد نہیں دی کہ وہ اِس کو آزاد رکھنا چاہتے ہوں۔

میرے بھائی ایک کہانی سناتے تھے کہ ایک شخص نے صاحبِ عیال (بال بچوں والے) سے پوچھا کہ تمہارے گھر خیریت ہے؟ تو بڑا خفا ہوا کہ میاں خیریت تمہارے یہاں ہوگی، مجھے بدعا دیتے ہو؟ ہمارے یہاں خیریت کہاں۔ ماشاء اللہ بیٹے بیٹیاں ہیں پھر اُن کے اَولاد ہے سارا گھر بچوں سے بھرا ہوا ہے، آج کسی کے کان میں درد ہے کسی کو دَست آرہے ہیں کسی کی آنکھ دُکھ رہی ہے کوئی کھیل کُود میں چوٹ کھا کر رو رہا ہے۔ ایسے شخص کے یہاں خیریت ہوگی؟ خیریت تو اُس کے یہاں ہوگی جو منحوس ہو جس کے گھر میں کوئی بال بچہ نہ

ہو، ہمارے یہاں خیریت کیوں ہوتی۔

واقعی بچوں کے ساتھ خیریت کہاں! بچپن میں اُن کے ساتھ اِس قسم کے رنج اور فکریں ہوتی ہیں اور جب وہ سیانے ہوئے تو اگر صالح (نیک) ہوئے تو خیر اور آج کل اِس کی بہت کمی ہے ورنہ پھر جیسا وہ ناک میں دم کرتے ہیں معلوم ہے۔ پھر ذرا اَور بڑے ہوئے جوان ہوگئے تو اُن کے نکاح کی فکر ہے۔ بڑی مصیبتوں سے نکاح بھی کر دیا تو اَب یہ غم ہے کہ اُس کے اَولاد نہیں ہوتی۔ اللہ اللہ کر کے تعویذ گنڈوں اور دواؤں سے اَولاد ہوئی تو بڑے میاں کی اِتنی عمر ہوگئی کہ پوتے بھی جوان ہوگئے۔ اَب بچہ اُن کو بات بات میں بیوقوف بناتا ہے اور اُن کی خدمت کرنے سے اُکتاتا ہے اور بیٹے پوتے منہ پر (سامنے ہی) کوری (کھری کھری) سناتے ہیں اور یہ بیچارے معذور ایک طرف پڑتے ہیں، یہ اَولاد کا پھل ہے تو پھر خواہ مخواہ لوگ اِس کی تمنائیں کرتے ہیں۔

## جن کے اَولاد نہ ہوتی ہو اُن کی تسلی کے لیے عجیب مضمون :

میرے اُستاذ مولانا سیّد احمد صاحب دہلویؒ کے ماموں مولانا سیّد محبوب علی صاحب جعفری کے کوئی اَولاد نہیں ہوئی تھی۔ ایک دفعہ وہ غمگین بیٹھے تھے میرے اُستادؒ نے پوچھا اور یہ اُن کے لڑکپن کا زمانہ ہے کہ آپ غمگین کیوں ہیں؟ کہا مجھے اِس کا رنج ہے کہ بڑھاپا آ گیا اور میرے اَب تک اَولاد نہیں ہوئی۔ اُستادؒ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ خوشی کی بات ہے یا غم کی؟ اُنہوں نے پوچھا یہ خوشی کی بات کیسے ہے؟ فرمایا یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ کے سلسلہ نسل (خاندان) میں آپ ہی اَصل مقصود ہیں اور آپ کے تمام اباؤ اَجداد مقصود بالغیر یعنی ذریعہ ہیں بخلاف اَولاد والوں کے کہ وہ مقصود نہیں ہیں بلکہ اُن کو تو غم کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔

دیکھیے گیہوں دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جن کو کھانے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ دُوسرے وہ جو تخم کے لیے رکھے جاتے ہیں تو اِن دونوں میں مقصود وہ ہے جو کھانے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ کھیت بونے سے مقصود یہی گیہوں تھے اَور جس کو تخم (بیج) کے واسطے رکھتے ہیں وہ مقصود نہیں بلکہ واسطہ ہیں مقصود کے۔ اسی طرح جس کے اَولاد نہ ہو آدم علیہ السلام سے لے کر اِس وقت تک ساری نسل میں مقصود وہی تھا اور سب (اباؤ اَجداد) اِس کے وسائل (ذرائع) تھے اور جن کے اَولاد ہوتی ہے وہ خود مقصود نہیں ہیں بلکہ تخم کے لیے رکھے گئے ہیں تو واقعی ہے تو یہ علمی مضمون۔ بے اَولادوں کو اپنی حسرت اِس مضمون کو سوچ کر ٹالنی چاہیے۔ (باقی صفحہ ۴۳)

# دُنیا کدھر جارہی ہے؟

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

طارق ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ ہم صحابیٔ جلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھے اچانک ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ مسجد میں جماعت کھڑی ہوگئی، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چل دیے، جب ہم لوگ مسجد میں پہنچے تو لوگ رکوع میں جاچکے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے گئے اور ہم نے بھی ایسے ہی کیا، پھر سجدہ اور دیگر اَرکان ادا کرکے نماز پوری کی، نماز سے فراغت کے بعد ایک شخص تیزی سے آپ کے سامنے سے یہ کہتے ہوئے گذرا: ''عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ'' (اے ابوعبدالرحمٰن! (یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) سلام قبول کیجئے) اُس شخص کی طرف سے سلام کا یہ اَنداز دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اِرشاد فرمایا: ''صَدَقَ اللّٰهُ وَبَلَّغَ رَسُوْلُهٗ'' (اللہ نے سچ فرمایا اور اُس کے پیغمبر نے اللہ کا پیغام صحیح صحیح پہنچایا) طارقؒ کہتے ہیں کہ نماز سے فراغت کے بعد ہم لوگ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجلس کی طرف لوٹ آئے، حضرت تو گھر میں تشریف لے گئے اور ہم باہر بیٹھے رہے اِسی دوران یہ ذکر چھڑا کہ کیا آپ لوگوں نے مسجد میں مذکورہ شخص کے سلام کے جواب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ: ''صَدَقَ اللّٰهُ وَبَلَّغَ رَسُوْلُهٗ'' نہیں سنے، اِس بارے میں حضرت سے کون سوال کرے؟ تو طارق بن شہابؒ نے کہا کہ میں حضرت سے پوچھوں گا، چنانچہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے تو طارق بن شہابؒ نے اِس بارے میں سوال کیا، اِس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث اِنہیں سنائی :

اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيْمُ الْخَاصَّةِ وَفُشُوُّ التِّجَارَةَ حَتّٰى تُعِيْنَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ ، وَقَطْعُ الْأَرْحَامِ ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ، وَكِتْمَانُ شَهَادَةِ الْحَقِّ ، وَظُهُوْرُ الْجَهْلِ .

(مسند احمد ۱؍۴۰۷، النهاية فى الفتن والملاحم ۱؍۱۸۵)

قیامت کے قریب یہ علامات پائی جائیں گی: (۱) صرف خاص (جان پہچان کے) لوگوں کو آدمی سلام کرے گا۔ (۲) تجارت عام ہو جائے گی یہاں تک کہ بیوی تجارت میں اپنے شوہر کی مددگار ہوگی۔ (۳) قطع رحمی اور رشتے ناطوں میں بگاڑ عام ہو جائے گا۔ (۴) جھوٹی گواہیاں دی جائیں گی۔ (۵) سچی گواہی کو چھپایا جائے گا۔ (۶) دین سے جہالت عام ہو جائے گی۔

اِس روایت میں معاشرتی بگاڑ کے چھ نمونے بیان کئے گئے ہیں اور جیسے جیسے قیامت قریب آ رہی ہے یہ بگاڑ بدستور بڑھتا جا رہا ہے، اس کی کچھ وضاحت ذیل میں درج ہے :

## (۱) سلام میں تخصیص :

اسلام میں سلام کا حکم ہر مسلمان کے لیے عام ہے خواہ اس سے پہلے سے کوئی پہچان ہو یا نہ ہو (بخاری شریف ص ۱۲، مسلم شریف ص ۳۹) کیونکہ سلام کا حکم اسلامی شعائر میں سے ہے لہٰذا جب بھی دو مسلمان کہیں بھی آپس میں ملیں تو اُنہیں سلام کرنا چاہیے اور اِس میں پہچان اور غیر پہچان کی تخصیص نہیں ہونی چاہیے، اگر خصوصیت کے ساتھ مجمع میں کسی ایک کو سلام کیا جائے گا تو یقیناً دیگر حاضرین اسے پسند نہیں کریں گے جس کی وجہ سے دلوں میں اُلفت و محبت پیدا ہونے کے بجائے کشیدگی کے آثار ظاہر ہوں گے۔ اِسی بنا پر درج بالا روایت میں جب مذکورہ شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام کی تخصیص کر کے سلام کیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُس کے اِس عمل کو پسند نہیں فرمایا بلکہ اُس کے طرزِ عمل کو دیکھ کر آپ کو علاماتِ قیامت سے متعلق مذکورہ حدیث یاد آ گئی، سلام کرنے سے آپس میں اُلفت و محبت عام ہوتی ہے جو اسلام میں بجائے خود مطلوب و مقصود ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ پچھلی قوموں میں پایا جانے والا بغض و کینہ اور حسد کا مرض تمہارے اَندر بھی سرایت کرے گا اور یہ کینہ ''مونڈنے والی'' چیز ہے، مگر بالوں کو نہیں بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ مؤمن نہ ہو اور مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو اور کیا میں تمہیں وہ طریقہ نہ بتلاؤں جس سے تمہارے دل میں محبت جاگزیں ہو (وہ یہ ہے کہ) آپس میں سلام خوب عام کرو۔ (رواہ البزار باسناد جید، الترغیب والترھیب : ٤١٠٤) اس لیے ہر مسلمان کو بلا کسی تخصیص کے سلام کو عام کرنے کی کوشش

کرنی چاہیے اور جب بھی کسی شخص کا مسلمان ہونا کسی قرینہ سے معلوم ہو جائے تو اُس کو سلام کرنے میں دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ ( مگر آج کل مشکل یہ ہے کہ عام طور پر مسلمانوں نے بالوں کی تراش خراش اور لباس، پوشاک میں غیر مسلموں کی مشابہت اِس قدر زیادہ اختیار کر رکھی ہے کہ گفتگو اور تحقیق کے بغیر ظاہری وضع دیکھ کر یہ پتہ ہی نہیں چل پاتا کہ وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم؟ اِس صورتِ حال پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے )

## (۲) تجارت میں عورتوں کی شرکت :

قیامت کے قریب دُنیا میں نہ صرف تجارت اور ٹریڈنگ عام ہوگی بلکہ اپنے ساتھ بے شمار فتنوں کا سیلاب بھی لائے گی کیونکہ مرد و عورت سب دُنیا کمانے میں لگ جائیں گے اور سارے عالم کی نظر میں دُنیا ہی مقصود اعلیٰ قرار پائے گی جس کی خاطر اِنسانی اور اخلاقی قدریں اور فطری اور معاشرتی تقاضے یکسر پامال کردیے جائیں گے، اسی جانب مذکورہ حدیث میں اِشارہ فرمایا گیا ہے۔ اِس کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ بیوی اپنے شوہر کا ہاتھ بٹائے گی بلکہ عمومی مفہوم کے اعتبار سے مراد یہ ہے کہ مرد و عورت سب دُنیا کمانے میں شانہ بشانہ ساتھ چلیں گے اور اِن دونوں کے ساتھ چلنے سے دُنیا فتنوں کی آماجگاہ بن جائے گی جس کو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مثلاً :

(الف) فرموں، کمپنیوں اور سرکاری اداروں وغیرہ میں نوجوان مرد و عورت ایک ساتھ بیٹھ کر نوکریاں کرتے ہیں جس کی بنا پر نہ صرف عفّت و عصمت داغ دار ہوتی ہے بلکہ حقیقی اَزدواجی زندگی کا سکون بھی غارت ہو جاتا ہے۔

(ب) آج کی خود غرض اور بے غیرت دُنیا نے عورت ذات کو پورے عالم میں تجارت بڑھانے کا ایک اہم وسیلہ بنا دیا ہے اور مصنوعات کی تشہیر کے لیے ماچس کی ڈبیہ سے لے کر قیمتی ترین اشیاء تک ہر چیز کے لیبل اور بر سرِ راہ ''ہورڈنگوں'' پر عورت کی بے لباس تصویریں عام ہیں، جس صنفِ نازک کو قدرت نے فطری حیا اور غیرت کے زیور سے سجایا تھا اُس کو تجارت کے لُٹیروں اور ہوس پرستوں نے بر سرِ عام ظاہر کر کے ذلّت و رُسوائی کے غار میں دھکیل دیا ہے اور یہ عورت کی کم عقلی ہی ہے کہ اِن رُسوائیوں کے باوجود وہ خدائی فطری قانون کی پابندی کرنے کے بجائے اپنے لُٹیروں کے ہاتھوں کھلونا بنے رہنے پر ہی خوش ہے۔ العیاذ باللہ۔

(ج) کاروباری میدان میں عورتوں کے قدم رکھنے کی وجہ سے خاندانی نظام تباہ ہوتا جا رہا ہے،

معصوم بچے اپنی ماں کی شفقتوں اور توجہات سے محروم ہیں اور دُنیا کی ہوس کی وجہ سے کرایہ کی ''آیاؤں'' یا سکول کی ''میموں'' کی گودوں میں اِن کا بچپن گذر رہا ہے، ہوسکتا ہے خود غرض دُنیا اِسے ترقی قرار دے لیکن اصل میں یہ موجودہ دَور کا عظیم اِنسانی اَلمیہ ہے۔

(د) جب پیسہ ہی سب کچھ ہوجائے تو اِنسانی قدروں کی کوئی حیثیت نہیں رہتی بالخصوص عورت ذات جب دولت کی دیوانی بن جاتی ہے تو پھر دولت کمانے کے لیے وہ اپنی عفّت وعصمت کی نیلامی سے بھی گریز نہیں کرتی، چنانچہ آج کی نئی تہذیب میں اِس نظریہ پر نکیر تو کجا اِسے معیوب ہی نہیں سمجھا جاتا اور دُنیا میں کروڑوں عورتیں اِس راہ سے تجارت میں ملوث ہیں اور اِنہیں قانونی پشت پناہی حاصل ہے۔

یہ تو چند اِشارات ہیں ورنہ عورتوں کے تجارتی میدان میں نقل وحرکت کے جو مفاسد ہیں اُنہیں شمار کرانا دُشوار ہے۔ اسلام نے عورت پر گھریلو ذمہ داریاں ڈالی ہیں جبکہ بیرونی کاموں کی ذمہ داری مرد کے سپرد ہے، اسی لیے عورتوں کو محرم کے بغیر سفر کی ممانعت ہے اور گھوڑ سواری (سکوٹر اور موٹر سائیکل وغیرہ کی ڈرائیوری بھی اِسی حکم میں ہے) کرنے والی عورتوں پر حدیث میں لعنت کی گئی ہے وغیرہ، گویا اُن کا دائرۂ کار صرف اُن کا گھر ہے، اِس ذمہ داری سے منہ چرا کر محض دُنیا کی ہوس میں عورت جب بھی باہر نکلے گی یہ حکمِ خداوندی اور فطرتِ انسانی سے بغاوت ہوگی اور اِس کا انجام کبھی بھی اچھا نہیں نکل سکتا جس کو آج دُنیا بھگت رہی ہے۔

## (۳) قطع رحمی :

اِسلام میں صلہ رحمی اور رشتہ داروں اور اَعزہ کے ساتھ حسن سلوک کی بہت تاکید وارِد ہے، بخاری اور مسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا کہ: ''جو شخص بھی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُسے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہیے''۔ (بخاری شریف :۶۱۳۶، الترغیب والترہیب: ۵۴۰) نیز احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ صلہ رحمی سے دُنیا میں رزق میں وسعت، عمر میں زیادتی اور بری موت سے بچاؤ جیسے منافع حاصل ہوتے ہیں۔ نیز صلہ رحمی ایسا عمل ہے جو بڑے سے بڑے گناہ کی معافی کا ذریعہ بنتا ہے، ایک روایت میں وارِد ہے کہ ''ایک شخص پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ ہوگیا ہے کیا میرے لیے توبہ کی کوئی شکل ہے؟ حضور ﷺ

نے اُس سے پوچھا کہ کیا تمہاری والدہ حیات ہیں؟ اُس نے کہا کہ ''نہیں'' تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہاری کوئی خالہ موجود ہیں؟ تو اُس نے کہا کہ ''ہاں'' تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرو''۔ (رواہ الترمذی ۱۹۰۴، رواہ ابن حبان ۴۳۶، الترغیب والترہیب ۳۷۹۷)

اِس کے برخلاف رشتہ ناطہ کو توڑ دینا اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ نہ کرنا اللہ کے نزدیک حد درجہ مبغوض ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ''میدانِ محشر میں رحم مادر (جو رشتہ داری کی بنیاد ہے) عرشِ خداوندی پکڑ کر یہ کہے گا کہ جس نے مجھے (دُنیا میں) جوڑے رکھا آج اللہ تعالیٰ بھی اُسے جوڑے گا (یعنی اُس کے ساتھ انعام وکرم کا معاملہ ہوگا) اور جس نے مجھے (دُنیا میں) کاٹا آج اللہ تعالیٰ بھی اُسے کاٹ کر رکھ دے گا (یعنی اُس کو عذاب ہوگا)''۔ (بخاری ۵۹۸۹، مسلم ۲۵۵۵، الترغیب والترہیب ۳۸۳۲)

نیز احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ دُنیا میں بالخصوص دو گناہ ایسے شدید تر ہیں جن کی سزا نہ صرف یہ کہ آخرت میں ہوگی بلکہ دُنیا میں بھی پیشگی سزا کا ہونا بجا ہے: ایک ظلم، دُوسرے قطع رحمی۔ (ابن ماجہ ۴۲۱۱، ترمذی ۲۵۱۱، الترغیب ۳۸۴۸)

افسوس کا مقام ہے کہ قرآن وحدیث میں قطع رحمی کی جس قدر زیادہ مذمت وارِد ہوئی ہے اُسی تناسب سے آج مسلم معاشرہ میں یہ برائی ایک وبائی شکل اختیار کر چکی ہے، ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہوجانا، مہینوں اور سالوں کے لیے بات چیت اور آمد ورفت بند کر دینا معمولی بات ہے۔ نفسانیت اِس قدر غالب ہے کہ اَدنیٰ سی ناگواری کی بات برداشت نہیں اور بگڑے ہوئے معاملات کو حکمت اور سنجیدگی کے ساتھ سلجھانے کے بجائے طاقت اور زور زبردستی حتی کہ مقدمہ بازیوں کا سہارا لیے بغیر گویا چین ہی نہیں آتا، اور اپنے سگے بھائیوں اور قریبی اَعزہ کے لیے نرم دلی کو اپنی بے عزتی اور ذلت سمجھا جاتا ہے، غیروں سے رشتے سنوارے جاتے ہیں اور اپنوں کو نظر اَنداز کیا جاتا ہے، یقیناً یہ علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ ایک دُوسری روایت میں پیغمبر علیہ السلام نے عذاب اور بلیات کے من جملہ اسباب گناتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ ''آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے، اور اپنے دوست سے وفاداری کرے اور باپ سے دُور رہے''۔ (ترمذی شریف ۲/۴۵، مشکوۃ شریف ۲/۴۷۰) الغرض یہ ایسا مرض ہے جس کی بنا پر خاندانی سکون درہم برہم ہوکر رہ جاتا ہے، حتی کہ وہ شادی کی تقریبات جو اپنی چمک دمک کے اعتبار سے عظیم خوشیوں کا مظہر دکھائی دیتی

ہیں وہ بھی خاندانی کشیدگیوں کی وجہ سے محض ایک رسم بن کر رہ جاتی ہیں جن میں ہر فرد صرف ایک روایت پوری کرتا ہے اور دل حقیقی جذبات سے عاری ہوتے ہیں اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا مِنْہُ .

## (۴) جھوٹی گواہی :

جھوٹ بولنا ویسے ہی گناہ ہے لیکن جھوٹی گواہی دینا اِس کی آخری حد ہے، اِسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اِسے ''اکبرالکبائر'' قرار دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ اُن میں ایک شرک ہے دُوسرے والدین کی نافرمانی اور تیسرے جھوٹی گواہی ہے'' اور آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے جب جھوٹی گواہی کی بات تک پہنچے تو ٹیک چھوڑ دی اور بیٹھ کر بار بار اِسی کلمہ کو دہراتے رہے۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے اِس قدر اِس کلمہ کو دہرایا کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ آپ خاموش ہوجائیں۔ (بخاری شریف ۵۹۷۶، مسلم شریف ۸۷، ترمذی شریف ۱۹۰۱، الترغیب والترہیب ۳۵۱۲، الزواجر ۲/۳۲۰)

شیخ عزالدین بن سلامؒ فرماتے ہیں کہ جھوٹی گواہی دینے والا شخص تین گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے :

(۱) جھوٹ کا گناہ (۲) ظالم کی مدد کا گناہ (۳) مظلوم کو ذلیل کرنے کا گناہ۔ (الزواجر ۲/۳۲۱-۳۲۲)

معلوم ہوا کہ حقیر مفادات کے حصول کے لیے حاکم یا لوگوں کے سامنے جھوٹی گواہی دے کر ظالم کی تائید کرنا اِسلام کی نظر میں انتہائی بدترین عمل ہے اور جس معاشرہ میں اِس طرح کا جھوٹ عام ہوجائے یہ اُس کی غیرت وحمیت کے فنا ہوجانے کی دلیل ہے، مگر آج جب ہم اپنے مسلم معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بھیانک حقیقت سامنے آتی ہے کہ چند ٹکوں کے لیے جھوٹی گواہیاں دینے والے اور معمولی مفادات کے لیے نااہل لوگوں کی تائید کرنے والوں کی فوج در فوج موجود ہے، بالخصوص مروجہ عدالتوں میں تو مقدمہ بازی کا سارا کاروبار ہی ایسی گواہیوں کی بنیاد پر قائم ہے، الامان الحفیظ۔ یہی وجہ ہے کہ آج عام طور پر مقدمات میں حقدار محروم ہوجاتا ہے اور ناحق شخص اپنے پیسہ اور طاقت کے بل بوتے پر قابض ومالک قرار دیا جاتا ہے۔

## (۵) سچی گواہی کو چھپانا :

قیامت کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جہاں ایک طرف جھوٹی گواہیاں عام ہوں گی وہیں صورتِ حال یہ ہوگی کہ سچی گواہی دیتے ہوئے لوگ گھبرائیں گے اور آدمی اپنے بچاؤ کی خاطر علم ومشاہدہ کے

باوجود حقدار کو حق دلانے کے لیے سامنے آنے کی ہمت نہ کر پائے گا۔ یہ صورتِ حال اُمت کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اِذَا رَأَیْتُمْ اُمَّتِیْ تَھَابُ الظَّالِمَ اَنْ تَقُوْلَ لَہٗ اِنَّکَ ظَالِمٌ فَقَدْ تُوُدِّعَ مِنْھُمْ . (مسند امام احمد ۲/۱۹۰، مستدرک حاکم ۴/۹۶، النھایہ ۶۳) یعنی جب تم میری اُمت کو اِس حالت میں دیکھو کہ وہ ظالم کو ظالم کہنے سے ڈرنے لگے تو اُس وقت وہ خیر وصلاح سے بہت دُور ہو جائے گی اور اُن میں اصلاح کی اُمید باقی نہیں رہے گی۔ الغرض جس طرح جھوٹ سے بچنا لازم ہے اِسی طرح موقع پر اظہارِ حق کرنا بھی لازم ہے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کو حاکم کی طرف سے کسی معاملہ میں گواہی کے لیے بلایا جائے اور وہ سچی گواہی دینے میں آنا کانی کرے تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ جھوٹی گواہی دینے والا۔ (الترغیب والترہیب ۳۵۱۷، الزواجر ۲/۳۲۲) اِسی کو قرآن میں یوں فرمایا گیا وَلَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ . (البقرۃ: ۲۸۳) ''اور مت چھپاؤ گواہی کو اور جو گواہی کو چھپائے گا تو وہ دل سے گنہگار ہوگا''۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ''جس طرح جھوٹی گواہی دینا ''اکبرالکبائر'' ہے اسی طرح سچی گواہی کو چھپانا بھی ''اکبرالکبائر'' ہے''۔ (تفسیر ابن کثیر مکمل ۲۲۳)

بریں بنا حقدار کو حق دلانے کے لیے اگر کوئی بات کسی کو معلوم ہو تو اُسے ظاہر کرنے میں ٹال مٹول نہیں کرنی چاہیے اور مناسب انداز میں احقاقِ حق کا فریضہ انجام دینا چاہیے، اسلام کی تعلیم یہی ہے۔

## (۶) دین سے ناواقفیت :

قیامت کے آثار میں یہ بات بھی ہے کہ دینی مسائل اور علمِ دین سے ناواقفیت عام ہو جائے گی اور معمولی موٹے موٹے مسائل بھی عام مسلمانوں کو قطعاً معلوم نہ ہوں گے اور حقیقی معنی میں علماء کم یاب ہو جائیں گے اور جاہل لوگ علماء کا لبادہ اَوڑھ کر برسرِ عام دینی مسائل بیان کریں گے اور اپنے جاہلانہ فتوؤں سے عوام وخواص کو گمراہ کردیں گے۔ (بخاری شریف حدیث: ۱۰۰، مسلم شریف ۶۷۳۷، النھایہ ۳۱) اور ایک روایت میں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ ''قیامت کے قریب علم اُٹھا لیا جائے گا اور ہر طرف قتل وخون ریزی عام ہو جائے گی''۔ (بخاری ۷۰۶۲، مسلم ۶۷۲۹، النھایہ ۳۲)

ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج دُنیا اِسی جانب تیزی سے گامزن ہے، مسلم عوام میں دین کے بارے میں

بنیادی معلومات کا فقدان تشویش ناک حد سے گذر چکا ہے، اور ایک طرف اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ روز بروز نت نئی علمی کتابیں بازار میں آ رہی ہیں، کتب خانے کتابوں سے بھرے پڑے ہیں اور دینی کتابوں کی تجارت بھی فروغ پر ہے، اِس کے علاوہ بڑی بڑی اکیڈمیاں علمی تحقیقات اور ریسرچ پر لگی ہوئی ہیں اور نئے آلات وایجادات پر بھی علمی ذخائر کو سمونے کا عمل جاری ہے، سینکڑوں کتابیں ایک ایک سی ڈی میں جمع کردی گئی ہیں اور انٹرنیٹ پر بڑی بڑی لائبریریوں کو گھر بیٹھے مطالعہ کرنے کی سہولت دستیاب ہے لیکن ظاہری طور پر علم کے اِس قدر عام ہونے کے باوجود حقیقت یہی ہے کہ علم رُخصت ہوتا جا رہا ہے۔ ''رسوخ فی العلم'' کی صفت کے علماء پورے عالم میں اُنگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، کتابوں کی بہتات ضرور ہے لیکن اُن کو الماریوں میں سجانے والے زیادہ ہیں مطالعہ کرنے والے کم ہیں۔ جب علماء اور طلباء کا یہ حال ہے تو عوام سے تو شکوہ ہی کیا؟ ان میں جس قدر بھی انحطاط ہو کم ہے۔

الغرض ہمارا زمانہ اگرچہ مایوسی کے آخری درجہ کا تو نہیں کہا جاسکتا لیکن رفتارِ زمانہ یہ بتا رہی ہے کہ انجام کہاں تک پہنچنے والا ہے، ایسے ماحول میں ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنے دائرۂ اَثر میں جس حد تک بھی ہو اپنے کو سنبھالنے کی کوشش کریں اور گناہوں اور فتنوں کی گھٹا ٹوپ اَندھیریوں میں اتباع شریعت کے چراغ روشن کیے رکھیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہمیں سرخروئی نصیب ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر سطح پر اپنے حفظ وامان میں رکھیں اور عافیت نصیب فرمائیں۔ آمین۔ (بشکریہ : ماہنامہ ندائے شاہی اِنڈیا، ستمبر ۲۰۰۷ء)

بقیہ : تربیتِ اولاد

اَور اگر اِس سے بھی حسرت نہ جائے تو دُنیا کی حالت دیکھ کر تسلی کر لیا کریں کہ جن کے اَولاد ہے وہ کس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ اور اِس سے بھی تسلی نہ ہو تو یہ سمجھ لیں کہ جو خدا کو منظور ہے وہی میرے واسطے خیر ہے۔ نہ معلوم اَولاد ہوتی تو کیسی ہوتی۔ اور یہ بھی نہ کر سکے تو کم اَز کم یہ سمجھے کہ اَولاد نہ ہونے میں بیوی کی کیا خطاء ہے۔ (جاری ہے)

# آیت خاتم النبیّن اَور اَکابرِ اُمت

﴿ حضرت مولانا ضیاء الحسن صاحب طیّب ، برمنگھم ، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

جنگ لندن میں قادیانی مذہب کے ترجمان رشید احمد چوہدری کا بیان شائع ہوا کہ جماعتِ احمدیہ کے خلاف یہ الزام ہے کہ جماعتِ احمدیہ ختمِ نبوت کی منکر ہے جو جماعت احمدیہ پر افتراءِ عظیم ہے، جماعتِ احمدیہ آیتِ خاتم النبیّن کی وہی تشریح کرتی ہے جو گزشتہ صلحاءِ اُمت اور علماءِ ربانی کرتے چلے آئے ہیں مثلاً امام عبدالوہاب شعرانی کہتے ہیں ''جان لو مطلق نبوت بند نہیں ہوئی صرف تشریحی نبوت منقطع ہوئی ہے'' مولانا قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں ''اگر بالفرض بعد زمانہ بندی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' رشید احمد چوہدری نے کہا کہ اگر آنحضرت ﷺ کو اِن معنوں میں خاتم النبیّن ماننے سے مولویوں کے نزدیک جماعتِ احمدیہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتی ہے تو اُن بزرگانِ اُمت کے متعلق مولویوں کا کیا فتویٰ ہے؟

جناب رشید احمد چوہدری صاحب پوری اُمتِ مسلمہ قرآن وحدیث کی روشنی میں آیتِ خاتم النبیّن سے یہ مراد لیتی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ انبیاء کے سلسلہ کی جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا آخری اِینٹ اور کڑی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کسی قسم کا کوئی نیا نبی اور رسول پیدا نہیں ہوگا اَور جو شخص نبوت کا دعوی کرے خواہ وہ تشریحی ہو یا غیر تشریحی، ظلّی ہو یا بروزی وہ مرتد اور دائرۂ اِسلام سے خارج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد لاتعداد جھوٹے مدعین نبوت پیدا ہوئے اُمتِ مسلمہ نے متفقہ طور پر اُن کو مسترد کر دیا، خود مرزائی حضرات بھی حضورِ اکرم ﷺ اَور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیانی عرصہ یعنی چودہ سو سال میں کسی کو نبی یا رسول تسلیم نہیں کرتے۔ اگر کوئی نبی یا رسول گزرا ہے تو مرزائی حضرات اُس کا نام عنایت فرمادیں۔

اور پھر مرزا غلام احمد قادیانی کو فوت ہوئے بھی ایک صدی گزر چکی ہے، کیا اِس دوران بھی کوئی نبی آیا ہے یا نہیں؟ میری کئی مرتبہ مرزائی حضرات سے گفتگو ہوئی ہے یہی دلچسپ سوال جب بھی اُن سے کرتا ہوں کہ

حضرت محمد ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے کوئی نبی یا رسول گزرا ہے تو وہ کہتے ہیں نہیں۔ جب اُن سے سوال کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے بعد بھی کوئی رسول یا نبی آیا ہے یا آئے گا تو وہ کہتے ہیں نہیں۔ تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے عقیدے کے مطابق تو حضرت محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے آخری رسول نہ ہوئے بلکہ مرزا صاحب ہوئے تو اِس بات کا کوئی جواب اُن کے پاس نہیں ہوتا، اگر کسی قادیانی کے پاس اِس کا جواب ہے تو پیش کرے۔

اَب میں اُن بزرگانِ دین کی بات کرتا ہوں جن پر مرزائی افتراء باندھ رہے ہیں۔ پہلی بات جب مرزائی حضرات خدا کے قرآن اور اُس کی آیات کی غلط تعبیر اور تشریح کرتے ہیں تو اُن کے نزدیک بزرگانِ دین کی عبارتوں کی کیا حیثیت ہے۔ جس طرح خدا کے قرآن کی آیت کا مطلب اور معانی وہ نہیں جو مرزائی حضرات سمجھتے ہیں اِسی طرح اِن اَکابرین کی عبارتوں کا بھی قطعاً وہ مطلب نہیں جو مرزائی حضرات مراد لیتے ہیں۔ مرزائی جب خدا کی قرآن کی آیات کی غلط تشریح کرسکتے ہیں تو وہ اَکابرِ اُمت کی عبارتوں کی غلط تشریح کیوں نہیں کرسکتے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا عقیدہ ''اپنا دین وایمان ہے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں جو اِس میں تأمل کرے اُسے کافر سمجھتا ہوں'' (مکتوبات ص ۵۳/ مولانا نانوتویؒ)۔ حضرت مولانا نانوتویؒ کی اِتنی صاف اور واضح بات مرزائی کیا سمجھنے سے قاصر ہیں؟ حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں ''اگر کوئی شخص نبوت کا دعوی کرے پاگل یا نابالغ وغیرہ نہ ہو تو ہم اُسے اِس کی سزا میں قتل کردیں گے''۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ''تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے بعد قیامت تک کے لیے ہر شخص سے بابِ رسالت بند کردیا ہے''

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں ''کمالاتِ نبوت جو نبوت کے لیے ضروری ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھے لیکن چونکہ منصبِ نبوت حضور ﷺ پر ختم ہو چکا تھا اِس لیے وہ منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے، حضرت عمر فاروقؓ میں کمالاتِ نبوت تو تھے مگر نبی ہر گز نہ تھے کیونکہ کمالاتِ نبوت کو منصبِ نبوت لازم نہیں اور کمالاتِ نبوت کا حصول حضور ﷺ کی شانِ خاتمیت سے متصادم نہیں، ہاں وہ منصبِ نبوت نہ پاسکے کیونکہ حضور ﷺ پر ہر طرح کی نبوت ختم ہوچکی تھی'' (باقی صفحہ ۵۸)

# گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنے والی پانچ مخصوص چیزیں :

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ ، وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَھُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ ، وَاُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ ، وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ ،وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً .

(بخاری و مسلم بحوالہ مشکٰوۃ ص ۵۱۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : مجھے پانچ ایسی چیزیں عطاء کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی و رسول کو عطا نہیں ہوئیں، ایک تو میری ایسے رُعب کے ذریعہ مدد کی گئی ہے جو ایک مہینے کی مسافت سے اَثر اَنداز ہوتا ہے۔ دُوسرے میرے لیے زمین کو مسجد اور مطہر (پاک کرنے والی) بنادیا گیا چنانچہ میری اُمت کا ہر وہ شخص (جس پر نماز واجب ہو) جہاں نماز کا وقت پائے (اگر پانی نہ ہو تیمّم کر کے) نماز پڑھ لے۔ تیسرے میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، چوتھے مجھ کو شفاعتِ عظمٰی عامہ کے مرتبہ سے سرفراز فرمایا گیا، پانچویں مجھے سے پہلے ہر نبی کو خاص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھ کو روئے زمین کے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔

ف : حضورِ اکرم ﷺ کو فضائل و مناقب تو بیشمار عطاء کیے گئے ہیں یہاں چند خاص فضائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں پانچ کا ذکر ہے۔ ایک دُوسری حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے اُس میں چھ کا ذکر ہے۔ چار چیزیں بعینہٖ وہی ہیں جن کا ذکر حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے پانچویں چیز کے بارے میں آپ نے فرمایا مجھے جامع کلمات عطاء کیے گئے چھٹی چیز شفاعتِ عامہ کی جگہ ''ختمِ نبوت'' ہے۔

## چھ اَفراد جن پر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ لعنت فرماتے ہیں :

**عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يُجَابُ اَلزَّائِدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ ، وَالْمُكَذِّبُ بِقَدْرِ اللّٰهِ ، وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُعِزَّ مَنْ اَذَلَّهُ اللّٰهُ وَيُذِلَّ مَنْ اَعَزَّهُ اللّٰهُ ، وَالْمُسْتَحِلُّ لِحُرُمِ اللّٰهِ ، وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ، وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِيْ.**

**(المدخل للبیھقی بحوالہ مشکوۃ ص ۲۲)**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں بھی لعنت بھیجتا ہوں اَور اللہ تعالیٰ بھی لعنت بھیجتے ہیں اَور (چونکہ) ہر نبی کی دُعاء قبول ہوتی ہے (اِس لیے میری دُعاءِ لعنت بھی قبول ہوگی) پہلا شخص کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا، دُوسرا شخص تقدیرِ الٰہی کو جھٹلانے والا، تیسرا وہ شخص جو زبردستی لوگوں پر مسلط ہو کر ایسے شخص کو معزز بنائے جسے اللہ نے ذلیل کر رکھا ہو اور ایسے شخص کو ذلیل کرے جسے اللہ نے عزت دی ہو، چوتھا وہ شخص جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جاننے والا ہو، پانچواں وہ شخص جو میری اولاد کے متعلق وہ چیز (قتل وقتال) حلال جانے جو اللہ نے حرام کی ہو، چھٹا وہ شخص جو میری سُنت کا ترک کرنے والا ہو۔

ف : اِس حدیثِ پاک میں سنت کو ترک کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو سستی اور کاہلی کی وجہ سے سنتوں کو چھوڑ دیتا ہو کیونکہ جو شخص سنت کو اِستخفاف واَہانت کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ تو مسلمان ہی نہیں رہتا کافر ہو جاتا ہے اعاذنا اللہ منہ۔ یہاں سے اُن لوگوں کو اپنی اِصلاح کر لینی چاہیے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ترکِ سنت سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر ایسی بات ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ترکِ سنت پر اِتنی سخت وعید بیان نہ فرماتے۔ ✿ ✿ ✿

# قطع رحمی ....... قرآن وسنت کی روشنی میں

﴿ تالیف: حضرت شیخ محمد ابراہیم صاحب الحمد، ترجمہ: عبداللطیف صاحب معتصم ﴾

قطع رحمی بہت بڑا گناہ اور عظیم جرم ہے جو رابطوں میں جدائی کا ذریعہ بنتی ہے اور تعلقات کو ختم کر دیتی ہے، عداوت اور دُشمنی پیدا کر کے دُوری کو پروان چڑھاتی ہے، اُلفت ومحبت کو زائل کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُوری اور نزولِ رحمت اور دخولِ جنت سے مانع بنتی ہے۔ ذلت وتنہائی میں مبتلا کر کے غموم وہموم میں اِضافہ کرتی ہے کیونکہ آزمائش اگر ایسی جہت اور ایسے شخص کی طرف سے سامنے آئے جس سے بھلائی اور خیر کی توقع ہو تو اُس کی ضرب سخت تکلیف دہ اور اَذیت ناک ہوتی ہے۔ اِس گناہ کی شناخت کے سلسلے میں باری تعالیٰ کا یہ اِرشاد کافی ہے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ o اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ. ( سُورہ محمد ۲۲، ۲۳ )

''اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے۔''

اور جنابِ نبی کریم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے: '' لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ '' یعنی جنت میں قطع رحمی کرنے والا داخل نہیں ہوگا، حضرت سفیان ثوریؒ نے اِس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: قَاطِعٌ سے قطع رحمی کرنے والا مراد ہے۔

## قطع رحمی کی صورتیں :

قطع رحمی اُن امور میں سے ہے جو مسلمانوں کے معاشرے میں پھیل چکے ہیں خصوصاً عصر حاضر میں جس میں مادّی سرکشی بڑھی ہوئی ہے رشتہ داروں کے پاس آنا جانا کم ہو چکا ہے بہت سے لوگ اِس حق کی اَدائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور اِس حکم کو ضائع کرتے ہیں۔ قطع رحمی کی بہت سی صورتیں ہیں جس میں لوگ مبتلا ہیں :

۱۔ بعض لوگ تو وہ ہوتے ہیں جو رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی جانتے تک نہیں، نہ مال وجاہ کے ذریعہ سے اور نہ اَخلاق و آداب کے ذریعہ سے، مہینوں کے مہینے اور سالوں کے سال گزر جاتے ہیں لیکن نہ رشتہ داروں کی خبر گیری کرنے جاتے ہیں، نہ اُن کے سامنے اپنی محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں نہ کوئی ہدیہ دیتے ہیں بلکہ اُن سے کسی تکلیف ہٹانے میں بعض اَوقات تو اُن کے ساتھ عملی طور پر برا سلوک کرنے پر اُتر آتے ہیں۔

۲۔ بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو رشتہ داروں کے ساتھ نہ اُن کی خوشی میں شریک ہوتے ہیں اور نہ غم میں، نہ اُن کی غمخواری کرتے ہیں نہ اُن میں سے محتاج وفقیر پر صدقہ کرتے ہیں بلکہ صدقاتِ واجبہ وخاصہ میں بھی غیروں کو رشتہ داروں پر مقدم رکھتے ہیں۔

۳۔ بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو رشتہ داروں کے ساتھ اِس لیے صلہ رحمی کرتے ہیں کہ وہ بھی اِن کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، اور اگر وہ قطع رحمی کریں تو یہ بھی قطع رحمی کریں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صلہ رحمی ہی نہیں ہے بلکہ نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دینا ہے اور ایسا تو صرف رشتہ داروں کے ساتھ نہیں کیا جاتا بلکہ غیر رشتہ داروں کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے۔ صلہ رُحمی کرنے والا تو وہ شخص ہے جو رشتہ دار سے صلۂ رحمی صرف اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کرے چاہے وہ رشتہ دار صلہ رُحمی کرے یا قطع رحمی۔ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمہ وصلھا.(بخاری شریف)

''یعنی وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں کہلائے گا جو صلہ رحمی کے بدلہ میں صلہ رحمی کرے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے جس سے جب قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔''

۴۔ قطع رحمی کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ بعض صاحبِ علم داعی پرایوں اور غیروں کو دعوت دینے پر تو حریص ہوتے ہیں اَور رشتہ داروں سے غافل ہوتے ہیں یا غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے رشتہ دار زیادہ حقدار ہیں اِس بات کے کہ اُنہیں بھلائی کی دعوت دی جائے، باری تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے اپنے محبوب پیغمبر کو ''وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ'' (سُورۃ الشعراء ۲۱۴) کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

۵۔ قطع رحمی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بعض اَوقات ایک بڑے خاندان کے فرد کو اللہ تعالیٰ نے

طالب علم، مصلح یا داعی بننے کی توفیق دی اَب یہ شخص دُوسرے لوگوں سے تو بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے مگر اپنے رشتہ داروں سے سرکشی اور اَناپن سے رُوبرو ہوتا ہے چنانچہ اُس کا یہ روّیہ اُس کے وقار کو مجروح اُس کی بنیاد کو کمزور اور اُس کے اَثر کو کم کر دیتا ہے۔

۶۔ رشتہ داروں کو ٹولیوں میں بانٹ دینا اور اُن کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کر دینا اور بعض کو بعض سے متنفر کرنا بھی قطع رحمی کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔

## قطع رحمی کے اسباب :

قطع رحمی کے مختلف اسباب ہیں :

۱۔ جہالت : قطع رحمی کے عواقب اور انجام سے ناواقفیت جس کی وجہ سے قطع رحمی کرنے پر اُتر آتا ہے چنانچہ صلہ رحمی کے فضائل اور خوبیوں سے جہالت قطع رحمی کا باعث بنتی ہے۔

۲۔ ضعفِ تقوی : جب تقوی اور خوفِ خدا اور آخرت کا جذبہ ضعیف و کمزور ہو تو اِنسان کو قطع رحمی کرتے ہوئے کوئی پرواہ نہیں ہوتی باوجود اِس کے کہ اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، ایسے شخص کو نہ صلہ رحمی کے اَجر کمانے کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی قطع رحمی کے نقصانات کا اَندیشہ ہوتا ہے۔

۳۔ تکبر : بعض لوگ جب کسی بڑے منصب پر پہنچ جاتے ہیں یا کسی بلند مرتبے پر فائز ہو جاتے ہیں یا کوئی بڑا تاجر بن جائے تو رشتہ داروں کو حقیر سمجھنے لگ جاتے ہیں اور اُن کی زیارت کرنے اور اُن سے محبت سے پیش آنے میں عار محسوس کرتے ہیں اِس خیال کے پیش نظر کہ میرا حق بنتا ہے کہ لوگ میرے پاس آئیں اور میری زیارت سے مشرف ہوں۔

۴۔ طویل جدائی : بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص ایک لمبا عرصہ اپنے رشتہ داروں سے کسی وجہ سے ملاقات نہیں کر پاتا جس کی وجہ سے اُسے اپنے رشتہ داروں سے ایک گونہ وحشت محسوس ہونے لگتی ہے چنانچہ پھر وہ ملاقات کرنے میں مزید تاخیر کرنے لگتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ قطع رحمی پیدا ہونے لگتی ہے اور یہ شخص اِس خود پسندی کے نتیجے میں علیحدہ گی پسند بن جاتا ہے۔

۵۔ سخت اِظہارِ ناراضگی : بعض لوگوں کے پاس جب اُن کے رشتہ داروں میں سے کوئی ایک طویل عرصے کے بعد ملاقات کرنے آجائے تو بے تحاشہ غیظ و غضب کا اظہار کر دیتا ہے کہ آنے میں اِتنی تاخیر

کیوں کی؟ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آنے والے کے دِل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور اُس کے پاس آنے سے گھبراتا ہے اور قطع رحمی کرنے لگ جاتا ہے۔

۶۔ زیادہ تکلُّف کرنا : بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی رشتہ دار ملنے آتا ہے تو اُس کے اکرام وتواضع میں میزبان حد کر دیتا ہے اور بہت سارا مال ضائع کر دیتا ہے جبکہ اُس کی مالی استطاعت اِتنی نہیں ہوتی چنانچہ رشتہ دار اُس کے پاس آنے سے کتراتے ہیں کہ اُس کو نقصان سے بچائیں۔

۷۔ مہمانوں کے ساتھ بے توجہی : بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب اُن کے پاس رشتہ دار آتے ہیں تو میزبان کی طرف سے توجہ نہیں ملتی، نہ اُن کی بات غور سے سنتا ہے، نہ محبت کا اظہار کرتا ہے، نہ اُن کے آنے پر شکریہ اَدا کرتا ہے، نہ خوش ہوتا ہے، ترش رُوئی اور سرد مہری سے پیش آتا ہے جس کی وجہ سے مہمانوں کے دِل میں اُس کے دیدار کا شوق کم ہو جاتا ہے اور یہ روِش رفتہ رفتہ قطع رحمی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

۸۔ بخل وکنجوسی : بعض صاحبِ ثروت واستطاعت ہونے کے باوجود اپنے رشتہ داروں سے دُور بھاگتے ہیں اِس لیے نہیں کہ اُن میں تکبر ہوتا ہے بلکہ اِس وجہ سے کہ اگر رشتہ دار آجائیں تو قرض پیسے مانگیں گے اور دیگر مطالبات کریں گے، بجائے اِس کے کہ گھر کے دروازے رشتہ داروں کے لیے کھلے رکھیں، اُن کی مہمان نوازی کرے، اپنی استطاعت کے مطابق اُن کی خدمت کرے اور جو استطاعت سے باہر ہو اُس سے معذرت کرے، اِن سے اعراض برتتا ہے، قطع تعلقی اختیار کرتا ہے، اُنہیں تنہا چھوڑ دیتا ہے کہ کہیں رشتہ دار مطالبوں سے اُس کا مال کم نہ کر دیں۔ آخر ایسے مال کا کیا فائدہ ایسی جاہ پہ کرنا کیا جس سے رشتہ دار محروم ہوں۔

۹۔ تقسیمِ میراث میں تاخیر کرنا : بعض اَوقات رشتہ داروں میں لاپرواہی یا بغض وعناد کی وجہ سے میراث کی تقسیم نہیں ہوتی، پھر جوں جوں تقسیمِ میراث میں تاخیر ہوتی چلی جاتی ہے تو رشتہ داروں میں بغض وعداوت بڑھتی چلی جاتی ہے، ایک اپنا حق مانگتا ہے کہ کچھ اِستفادہ کرے، دُوسرا وہ ہوتا ہے جو خود بھی تقسیمِ میراث سے پہلے مر جاتا ہے، اَب بعد والوں کے لیے ایک مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے ورثاء کی تعیین، اُن کے حصول کو معلوم کرنا، چنانچہ ایک دُوسرے پر بدگمانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اِس سے اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں، ہمدردی بکھر جاتی ہے، اتفاق واتحاد ختم ہو جاتا ہے چنانچہ اِن سب باتوں کا نتیجہ قطع رحمی کی صورت میں نکلتا ہے۔

۱۰۔ رشتہ داروں کے درمیان شرکت : بسا اَوقات ایسا ہوتا ہے کہ کئی بھائی یا رشتہ دار کوئی کاروبار یا معاملہ باہم شراکت سے شروع کر دیتے ہیں جبکہ اُس میں اُصول وضوابط طے نہیں ہوتے کہ شرکت کن بنیادوں پر ہوگی، نفع ونقصان کس معیار پر تقسیم ہوگا، بلکہ صرف حسنِ ظن اختیار کرتے ہوئے اختصار واجمال سے کام لے لیتے ہیں چنانچہ رفتہ رفتہ کاروبار ترقی کرتا ہے اور عمل کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جاتا ہے، تو ہر ایک کو تجسّس ہونے لگتا ہے، بدگمانی حرکت کرنے لگتی ہے خصوصاً جب شرکاء اہل تقوی وایثار نہ ہوں یا مستقل بالرائے ہوں یا یہ کہ بعض زیادہ کام کرنے والے ہوں، اور اِس طرح اختلاف شروع ہو جاتا ہے، تعلق خراب ہو جاتا ہے، آپس میں جدائی وتفرقہ واقع ہو جاتا ہے اور بعض اَوقات لڑائی اور عدالتوں تک کی نوبت آجاتی ہے، اور ایک دُوسرے کے لیے گالی وعار بن جاتے ہیں، باری تعالیٰ کا اِرشاد ہے : وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِىْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہوتے ہیں کہ) ایک دُوسرے پر ظلم کرتے ہیں سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

۱۱۔ دُنیا میں اِنہماک : بعض لوگ دُنیا کمانے میں اِس قدر مُنہمک ہو جاتے ہیں کہ صلہ رحمی کی فرصت ہی نہیں ملتی جب دیکھو تو دُنیا کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔

۱۲۔ رشتہ داروں میں طلاق کا واقع ہونا : بعض اَوقات رشتہ داروں میں طلاق واقع ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے دونوں خاندانوں میں اختلاف واقع ہو جاتا ہے یا تو اَولاد کی وجہ سے یا بعض دیگر اُمور کی وجہ سے جو طلاق ہی سے متعلق ہوتے ہیں۔

۱۳۔ دُوری اور آپس کی ملاقات میں سستی : کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جن کے گھر رشتہ داروں کے گھروں سے دُور ہوتے ہیں اور زیارت کرنے میں وقت لگتا ہے، اَب جب رشتہ دار کے پاس جانے کا اِرادہ کرتے ہیں تو مسافت کی مشقت نظر آتی ہے چنانچہ رشتہ دار کے پاس جانے اور ملاقات سے رہ جاتے ہیں۔

۱۴۔ رشتہ داروں کے گھروں کا قریب ہونا : جب رشتہ داروں کے گھر قریب ہوتے ہیں تو بعض اوقات اِس سے ایسے اختلافات واقع ہو جاتے ہیں جو قطع رحمی کا ذریعہ بنتے ہیں، چنانچہ نفرتیں اور عداوتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا ''رشتہ داروں سے کہو ایک

دُوسرے کے پاس آنا جانا رکھیں لیکن ایک دُوسرے کے پڑوسی نہ بنیں''۔حضرت امام غزالیؒ حضرت عمرؓ کی اِس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''حضرت عمرؓ نے رشتہ داروں کو ایک دُوسرے کے پڑوس میں رہنے سے اِس لیے منع فرمایا کہ اِس کی وجہ سے ہر وقت اُن کے حقوق کو نبھانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے وحشت پیدا ہوجاتی ہے اور قطعِ رحمی پیدا ہوجاتی ہے۔''(احیاء علوم الدین ۲/۲۱۶) اکثم بن صیفیؒ نے فرمایا :''گھر ایک دُوسرے سے دُور رکھو، محبت میں ایک دُوسرے سے قریب رہوگے۔''(عیون الاخبار)

نیز گھروں کے ایک دُوسرے کے قریب ہونے سے بعض اوقات دُوسرے مسائل بھی پیدا ہوجاتے ہیں مثلاً اَولاد کے درمیان مخاصمت ولڑائی کی نوبت آتی ہے جس میں بسا اَوقات والدین بھی اپنے بچوں کا ساتھ دیکر دُوسرے کے مقابلے میں آجاتے ہیں اور ہر ایک اپنے بچے کی براءت کا خواہشمند ہوتا ہے جس کی وجہ سے عداوت دُشمنی اور قطع رحمی پیدا ہوجاتی ہے۔

۱۵۔ رشتہ داروں کی بات برداشت نہ کرنا : بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے رشتہ داروں کی اَدنی سے بات بھی برداشت نہیں کرتے ،اگر کسی رشتہ دار سے معمولی سی لغزش یا خطاء سرزد ہوجائے تو یہ قطع تعلق اختیار کر کے قطع رحمی کرنے لگتا ہیں۔

۱۶۔ خاص مواقع بھول جانا : بعض اَوقات خاندان کے کسی ایک کے گھر میں ولیمے کی یا اور کوئی دعوت ہوتی ہے جس کے لیے وہ اپنے بعض رشتہ داروں کو زبانی طور پر یا بذریعہ خط یا بذریعہ ٹیلی فون مدعو کرتا ہے اَور کسی ایک رشتہ دار کو دعوت دینا بھول جاتا ہے، چنانچہ یہ رشتہ دار مغلوب النفس ہونے یا بدگمانی کی وجہ سے خیال کرنے لگتا ہے کہ مجھے حقیر سمجھ کر قصداً دعوت نہیں دی گئی چنانچہ یہ خیال اور بدگمانی آگے چل کر قطع رحمی کا سبب بن جاتی ہے۔

۱۷۔ حسد : بعض اوقات کسی کو اللہ تعالیٰ علم وعزت عطا فرمادیتے ہیں یا اُس کی محبت دُوسرے کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں اور وہ اپنے رشتہ داروں کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے اور دریا دِلی کا مظاہرہ کرتا ہے جس کی وجہ سے اُس کے بعض رشتہ دار اُس سے حسد کرنے لگتے ہیں، اُس کے اخلاص میں شک کرنے لگتے ہیں اور اُس سے دُشمنی کرنے لگ جاتے ہیں۔

۱۸۔ کثرت مزاح : کثرت مزاح کا انجام بہت ہی برا ہوتا ہے بعض اَوقات ایک ایسا شخص جسے

دُوسروں کا خیال نہ ہو، کوئی اَذیت ناک جملہ کس دیتا ہے جو دُوسرے حساس طبع شخص کے لیے قتل کے برابر ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ شخص اُس سے بغض کرنے لگتا ہے چنانچہ مزاح کرنے والا اُس شخص کا ہاں مبغوض ہوجاتا ہے اور رشتہ داروں میں یہ بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اِن کا آپس میں مل بیٹھنا زیادہ ہوتا ہے۔ ابن عبدالبرؒ نے فرمایا کہ علماء کی ایک جماعت نے زیادہ مزاح کرنے کو مکروہ اور ناپسند قرار دیا ہے کیونکہ اِس کا انجام برا ہوتا ہے، ایک دُوسرے کی عزت و آبرو سے متعلق کلام تک نوبت آجاتی ہے، کینہ و بغض آپس میں پیدا ہونے کا اَندیشہ ہوتا ہے اور بھائی چارگی واخوت میں رخنہ پڑجاتا ہے۔ (بهجة المجالس)

۱۹۔ چغل خوری : بعض لوگوں کی عادت وفطرت ہوتی ہے کہ لوگوں کے آپس میں تعلقات خراب کریں وہ اِس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ دو بندوں کے تعلقات آپس میں کیسے خراب ہوں اور اُن میں جدائی واقع ہو اور اُن کا خلوص مکدر ہوجائے چنانچہ چغل خوری کرتے ہیں اور اِس کی وجہ سے کتنے گھرانے اُجڑ گئے۔ قطع رحمی اور چغل خوری میں سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ اِنسان دُوسرے کی باتوں کی ٹوہ میں لگا رہ کر اُنہیں سنے۔

۲۰۔ بیگمات کی بدسلوکی : بعض لوگوں کی بیگمات بداخلاق اور تنگ دل ہوتی ہیں، کسی کو برداشت نہیں کرتیں، یہ نہیں چاہتیں کہ اُس کے شوہر کے بارے میں کوئی شخص اُن کے اَقربا میں سے شریک ہوجائے۔ سو مسلسل لگی رہتی ہے کہ اپنے شوہر کو رشتہ داروں سے متنفر کرتی رہتی ہیں اور اُن سے صلح رحمی کرنے اور اُن کی زیارت کرنے سے منع کرتی رہتی ہیں۔ جب شوہر اپنے اقرباء کی ضیافت ودعوت کا اِرادہ کرتا ہے تو بیوی درمیان میں آڑے آجاتی ہے اَور جب شوہر اقرباء کی ضیافت ودعوت کرتا ہے تو بیوی مہمانوں سے اچھا روّیہ نہیں رکھتی، ہر وقت چیں بہ جبیں رہتی ہے اور بعض اصحاب تو اپنا مکمل چارج بیوی کے حوالے کردیتے ہیں، اَب اگر بیوی رشتہ داروں سے خوش ہو تو صلہ رحمی کرتے ہیں ورنہ قطع رحمی کرتے ہیں، بلکہ بعض اوقات بیگمات کی خوشی کے لیے والدین کی نافرمانی پر بھی تیار ہوجاتے ہیں حالانکہ والدین اپنے بچے کے بہت زیادہ محتاج ہوتے ہیں۔ یہ چند وہ اسباب تھے جو بسا اَوقات ہجران وقطع رحمی کا باعث بنتے ہیں۔ (جاری ہے)

# ﴿ دینی مسائل ﴾

## کسی شرط پر طلاق دینے کا بیان :

مسئلہ : نکاح کرنے سے پہلے کسی عورت کو کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے تو جب اُس عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کرتے ہی طلاقِ بائن پڑ جائے گی۔ بائن اِس لیے کہ یہ طلاق رُخصتی سے پہلے واقع ہورہی ہے۔ اَب بے نکاح کیے اِس کو نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر یوں کہا ہو کہ اگر تجھ سے نکاح کروں تو تجھ پر دو طلاق تو دو طلاقِ بائن پڑ گئیں اور اگر تین طلاق کا کہا تو تینوں پڑ گئیں اور اَب طلاقِ مغلظہ ہوگئی۔

مسئلہ : نکاح ہوتے ہیں جب عورت پر طلاق پڑ گئی اور شوہر نے اِسی عورت سے پھر نکاح کر لیا تو اَب دُوسرے نکاح کرنے سے طلاق نہ پڑے گی۔ ہاں اگر یوں کہا ہو کہ جتنی دفعہ تجھ سے نکاح کروں ہر مرتبہ تجھ کو طلاق ہے تو جب نکاح کرے گا ہر دفعہ طلاق پڑ جایا کرے گی۔ اَب اِس عورت کو رکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ دُوسرا خاوند کر کے اگر اِس مرد سے نکاح کرے گی تب بھی طلاق پڑ جائے گی۔

مسئلہ : کسی نے کہا جس عورت سے نکاح کروں اُس کو طلاق۔ تو جس عورت سے نکاح کرے گا اُس پر طلاق پڑ جائے گی البتہ طلاق پڑنے کے بعد اگر پھر اُسی عورت سے نکاح کر لیا تو طلاق نہیں پڑے گی

مسئلہ : کسی نے کہا جب بھی میں کسی عورت سے نکاح کروں تو اُس کو تین طلاق۔ تو جس عورت سے نکاح کرے گا اُس کو تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔ ایسے شخص کے لیے کوئی عورت اپنے نکاح میں لانے کی یہ صورت ہے کہ اُس کی اِجازت کے بغیر کوئی دُوسرا شخص اُس کا نکاح کر دے پھر جب اُس کو نکاح کی خبر پہنچے تو زبان سے اِجازت نہ دے ورنہ تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی بلکہ خبر سن کر بالکل خاموش رہے البتہ تحریری اِجازت دے دے یا کُل مہر یا اُس کا کچھ حصہ بیوی کی طرف بھیج دے۔ تحریری اِجازت یا مہر بھیجنے سے قبل اگر کوئی اُس کو نکاح کی مبارکباد دے تو اُس کو یوں کہے کہ میں ابھی اِس پر غور کر رہا ہوں خاموش بھی نہ رہے کیونکہ ایسے موقع پر خاموشی اِجازت کے حکم میں ہے۔

مسئلہ : اگر اپنی بیوی سے کہا اگر تو فلاں کام کرے تو تجھ کو طلاق، اگر تو میرے پاس سے جائے تو تجھ کو طلاق، اگر تو اُس گھر میں جائے تو تجھ کو طلاق یا کسی اَور بات کے ہونے پر طلاق دی تو جب وہ کام کرے

گی تب طلاق پڑھ جائے گی اگر نہ کرے گی تو نہ پڑے گی اور طلاقِ رجعی پڑے گی جس میں بے نکاح بھی روک رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی کنایہ لفظ کہا ہو جیسے یوں کہے اگر فلانا کام کرے تو مجھ کو تجھ سے کوئی واسطہ نہیں تو جب وہ کام کرے گی تب طلاقِ بائن پڑے گی بشرطیکہ مرد نے اُس لفظ کے کہتے وقت طلاق کی نیت کی ہو۔

مسئلہ : یوں کہا اگر فلاں کام کرے تو تجھ کو دو طلاق یا تین طلاق تو جتنی طلاق کہیں اُتنی پڑیں گی مثلاً شوہر نے بیوی کو یوں کہا کہ اگر تو فلاں سے (مثلاً اپنے باپ سے) ملی تو تجھے تین طلاقیں ہیں۔ بعد میں شوہر پشیمان ہے اور بیوی کے لیے اپنے باپ سے ملے بغیر بھی چارہ نہیں تو اِس سے خلاصی کی صورت یہ ہے کہ شوہر بیوی کو ایک طلاق جو کہ بہتر ہے کہ بائنہ ہو دے دے (مثلاً یوں کہہ دے کہ تجھے ایک طلاقِ بائن ہے) اِس کے بعد عورت طلاق کی عدت گزارے۔ جب عدّت مکمل ہو جائے اُس وقت اپنے باپ سے مل لے۔ اِس کے بعد دونوں باہمی رضامندی سے نکاح کر لیں، نکاح کے بعد عورت اپنے باپ سے ملے گی تو مزید طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ : اپنی بیوی سے کہا اگر تو اُس گھر میں جائے گی تو تجھ کو طلاق ہے۔ وہ چلی گئی اَور طلاق پڑ گئی۔ پھر عدّت کے اندر اندر شوہر نے روک رکھا یا عدّت گزر گئی تھی دوبارہ نکاح کر لیا تو اَب پھر گھر جانے سے طلاق نہ پڑے گی۔

البتہ اگر یوں کہا جتنی مرتبہ اُس گھر میں جائے ہر مرتبہ تجھ کو طلاق یا یوں کہا ہو جب کبھی تو گھر میں جائے ہر مرتبہ تجھ کو طلاق۔ تو اِس صورت میں عدّت کے اَندر روک لینے یا عدّت کے بعد دوبارہ نکاح کر لینے کے بعد دُوسری مرتبہ گھر میں جانے سے دُوسری طلاق ہوگئی۔ پھر عدت کے اَندر یا تیسرے نکاح کے بعد اگر تیسری دفعہ گھر میں جائے گی تو تیسری طلاق پڑ جائے گی۔ اَب تین طلاق کے بعد اِس سے نکاح دُرست نہیں۔ البتہ اگر دُوسرا خاوند کر کے پھر اِسی مرد سے نکاح کرے تو اَب گھر میں جانے سے طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ : کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو فلاں کام کرے تو تجھ کو طلاق۔ ابھی اُس نے وہ کام نہیں کیا تھا کہ اُس نے اپنی طرف سے ایک اور طلاق دیدی اور چھوڑ دیا اور عدت کے بعد پھر اِسی عورت سے نکاح کر لیا اور اِس نکاح کے بعد اَب اِس عورت نے وہی کام کیا تو پھر طلاق پڑ گئی۔ البتہ اگر طلاق پانے اور عدت گزر

جانے کے بعد اِس نکاح سے پہلے اُس نے وہی کام کرلیا ہوتو اَب اِس نکاح کے بعد اُس کام کے کرنے سے طلاق نہ پڑے گی۔ اور اگر طلاق پانے کے بعد عدّت کے اَندر اُس نے وہی کام کیا تب بھی دُوسری طلاق پڑ گئی۔

مسئلہ : اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو روزہ رکھے تو تجھ کو طلاق تو روزہ رکھتے ہی فوراً طلاق پڑ گئی۔ البتہ اگر یوں کہا اگر تو ایک روزہ رکھے یا دِن بھر کا روزہ رکھے تو تجھے طلاق تو روزہ کے ختم پر طلاق پڑے گی اگر روزہ توڑ ڈالے تو طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ : کسی نے یوں کہا جس دِن تجھ سے نکاح کروں تجھ کو طلاق۔ پھر رات کے وقت نکاح کیا تب بھی طلاق پڑ گئی کیونکہ بول چال میں اِس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت تجھ سے نکاح کروں تجھ کو طلاق۔

مسئلہ : کسی نے اپنی بیوی کو کہا اگر تجھ کو حیض آئے تو تجھ کو طلاق۔ اِس کے بعد عورت نے خون دیکھا تو ابھی سے طلاق کا حکم نہ لگائیں گے بلکہ جب پورے تین دن رات خون آتا رہے تو تین دِن تین رات کے بعد یہ حکم لگائیں گے کہ جس وقت سے خون آنا شروع ہوا تھا اُسی وقت سے طلاق پڑ گئی تھی۔ اور اگر یوں کہا ہو جب تجھ کو ایک حیض آئے تو تجھ کو طلاق تو حیض کے ختم ہونے پر طلاق پڑے گی۔

مسئلہ : عورت نے گھر سے باہر جانے کا اِرادہ کیا مرد نے کہا ابھی مت جاؤ، عورت نہ مانی، اِس پر مرد نے کہا اگر تو باہر جائے تو تجھ کو طلاق۔ تو اِس کا حکم یہ ہے کہ اگر ابھی باہر جائے گی تو طلاق پڑے گی اور اگر ابھی نہ گئی تو کسی اور دن گئی تو طلاق نہ پڑے گی کیونکہ اِس کا مطلب یہی تھا کہ ابھی نہ جاؤ پھر جانا، یہ مطلب نہیں کہ عمر بھر نہ جانا۔

✿ ✿ ✿

بقیہ : آیت خاتم النبیّین اور اکابرِ اُمت

اَکابرِ اُمت کے واضح اور صاف اَنداز میں اپنا عقیدہ بیان کرنے بعد بھی کوئی شخص یا جماعت ایسی عبارتیں تلاش کرے جن کا مفہوم واضح بھی نہیں اَور جس سے اُن کی مراد کچھ اور ہے پھر اِلزام عائد کرنا کہ وہ کسی قسم کے نبی کی آمد کو ختمِ نبوت کے منافی نہیں سمجھتے تھے انتہائی بدیانتی ہے۔ آخری بات اُن بزرگوں کی کسی عبارت سے کسی کو اگر کوئی غلط فہمی گزرے تو اُسے چاہیے کہ وہ اُن کی صاف اور واضح عبارتوں کو سامنے رکھے جس میں اُنہوں نے دَوٹوک الفاظ میں ختمِ نبوت کے منکر کو کافر اور مرتد لکھا ہے، یہی امانت اور دیانت ہے۔

وفیات

## اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

۱۲/ اپریل کو جمعیت علماءِ اسلام کے نائب امیر حضرت مولانا سید امیر حسین شاہ صاحب گیلانیؒ طویل علالت کے بعد اَسّی برس کی عمر پا کر انتقال فرما گئے۔ مولاناؒ کی جماعت کے ساتھ خدمت کسی سے مخفی نہیں ہے مولانا ایک نڈر اور بے باک اِنسان تھے جماعت کے ساتھ ہر قسم کی قربانی کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ اہلِ اَوکاڑہ کے لیے آپ کی ذات سائبان کی حیثیت رکھتی تھی، عوامی مسائل اور دینی مدارس کے تحفظ کے لیے آپ کے خدمات کو اہلِ اَوکاڑہ بڑی قدر سے دیکھتے ہیں۔ آپ کی وفات اُن کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا گیلانی صاحبؒ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو اور اُن کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر فرمائے۔

۲۹/ مارچ کو فاضل جامعہ مدنیہ مولانا قاضی حبیب اللہ صاحب کے جواں سال بیٹے ٹانک میں نامعلوم حملہ آوروں کی فائرنگ کے نتیجہ میں شہید ہو گئے۔ جواں سال بیٹے کی اچانک شہادت پر اہلِ اِدارہ مولانا اور اُن کے اہلِ خانہ سے تعزیتِ مسنونہ پیش کرتے ہوئے اُن کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔

گذشتہ ماہ گوجرانوالہ کے مولانا عبدالمالک شاہ صاحب کے بڑے بھائی ڈیرہ اسماعیل خان میں وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

# اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۳۱/ مارچ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ڈیرہ اسماعیل خان کے مولانا قاضی حبیب اللہ صاحب کے بیٹے کی تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ ۲/اپریل کو بخیریت واپسی ہوئی۔

۵/اپریل کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ختمِ نبوت کانفرنس میں شرکت کے لیے فیصل آباد تشریف لے گئے۔ اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب بھی ہمراہ تھے۔ رات 11:00 جلسہ گاہ پہنچ گئے لیکن بارش کی وجہ سے ختمِ نبوت کانفرنس ملتوی کردی گئی، رات 3:45 پر واپسی ہوئی۔

۱۱/اپریل کو حضرت مولانا یحیٰی صاحب مدنی مدظلہم کراچی سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلباء سے بیان فرمایا۔ بعد اَزاں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کی رہائش گاہ پر حاضر ہوئے اور تھوڑی دیر قیام فرمایا۔

۱۳/اپریل کو حضرت مولانا علی شیر صاحب حیدری مدظلہم سرپرست سپاہِ صحابہؓ پاکستان جامعہ جدید تشریف لائے اور طلباء سے بیان فرمایا، بعد اَزاں حضرت مہتمم صاحب کی رہائش گاہ پر تشریف لائے اور تھوڑی دیر قیام فرمایا۔

۱۴/اپریل کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مولانا امیر حسین شاہ صاحب گیلانیؒ کی تعزیت کے لیے اَوکاڑہ تشریف لے گئے۔

۲۰/اپریل کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب دوپہر کو اَوکاڑہ خٹک سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلباء سے بیان فرمایا۔ کچھ دیر حضرت مہتمم صاحب کی رہائش گاہ پر قیام فرمایا اور دوپہر کا کھانا اُستاذ الحدیث حضرت مولانا امان اللہ صاحب کے یہاں تناول فرمایا

۲۳/اپریل کو حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب مدظلہم دوپہر 11:00 جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلباء سے بیان فرمایا۔ بعد اَزاں حضرت مہتمم صاحب کی رہائش گاہ پر تشریف لائے، محترم ڈاکٹر شاہد اُویس صاحب بھی ہمراہ تھے۔

۲۷؍ مارچ کو جامعہ کی تعطیلات کے موقع پر جامعہ کے تین اساتذہ (مولانا خلیل الرحمٰن صاحب، مولانا اظہار الحق صاحب اور مولانا اسحاق صاحب) اور جامعہ کے چند طلباء کو شہر سے باہر سیر کرنے جاتے ہوئے راستے میں ایجنسی والوں نے اُٹھالیا تھا جنھیں ایک ماہ بعد ۲۷؍ اپریل کو رہا کر دیا گیا جو بخیر و عافیت اپنے گھروں کو واپس آ گئے اور ایک ماہ کی تعطیل کے بعد اُنہوں نے دوبارہ اپنے اسباق شروع کر دیے۔ والحمدللہ۔

سفرنامہ : (بقلم : اِنعام اللہ، متعلم جامعہ مدنیہ جدید)

۳۱؍ مارچ کو حضرت اقدس مولانا سید محمود میاں صاحب دامت برکاتہم فاضلِ جامعہ مولانا قاضی حبیب اللہ صاحب کے بیٹے کے تعزیت کے لیے لاہور سے ٹانک روانہ ہوئے۔ رات 8:00 کے قریب حضرت ڈیرہ اسماعیل خان پہنچے حاجی غلام مصطفیٰ صاحب کے بھائی غلام مرتضیٰ صاحب کی دعوت پر عشاء کا کھانا تناول کرنے کے لیے سیدھے اُن کے گھر تشریف لے گئے جہاں حاجی عبدالرشید صاحب اور مشتاق صاحب بھی حضرت سے ملاقات کے لیے غلام مرتضیٰ صاحب کے گھر تشریف لا چکے تھے۔ کھانا تناول کرنے کے بعد حضرت صاحب حاجی غلام مصطفیٰ صاحب کی قیام گاہ آ گئے۔ قیام حسبِ سابق حاجی غلام مصطفیٰ صاحب کی رہائش گاہ پر ہوا۔

بعد نمازِ فجر اسٹیٹ کے آفیسر غلام مرتضیٰ صاحب اور تبلیغی جماعت کے امیر اظہر اعجاز صاحب اور انسپکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن غلام فرید صاحب حضرت صاحب سے ملاقات کے لیے حاجی غلام مصطفیٰ صاحب کے گھر پہنچ گئے اور حضرت کے ساتھ ناشتے میں شریک ہو کر مختلف مسائل پر گفتگو ہوئی۔

بعد اَزاں صبح آٹھ بجے کے قریب حضرت صاحب حاجی غلام مصطفیٰ صاحب کی گاڑی میں حضرت مولانا قاضی حبیب اللہ صاحب کے بیٹے اور احقر کے دادا مرحوم کی تعزیت کے لیے ٹانک روانہ ہوئے۔ اُن کے بیٹے محمد طلحہ صاحب نے گاڑی ڈرائیور کی۔ راستہ میں جامعہ کے طالب علم محمد صابر سلمہٗ کے اصرار پر اُن کے گھر چند منٹ کے لیے تشریف لے گئے جہاں مختصر دُعا کر کے سفر جاری رکھا۔ ٹانک پہنچنے پر احقر کے چچا زاد بھائی خیر محمد ایڈووکیٹ حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کی ٹانک تشریف آوری کے پہلے سے انتظار میں تھے۔ اُنہوں نے ہمیں مولانا قاضی حبیب اللہ صاحب کے گھر پہنچا دیا۔ قاضی صاحب سے تعزیت کی۔ تعزیت کرنے کے بعد اَحقر کے دادا مرحوم کی تعزیت کے لیے ہمارے گھر عمرا ڈا تشریف لے گئے۔

بعد اَزاں ٹانک کا سب سے بڑا مدرسہ اَحیاء العلوم وزیر آباد تشریف لے گئے۔ حضرت اقدس نے طلباء اور مدرسین حضرات کے سامنے مختصر اور جامع بیان فرمایا کہ بخاری شریف میں حضرت کے قول کو ذکر کیا تَعَلَّمُوْا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوْا قائد بننے سے پہلے علم حاصل کرو۔ یہ مختصر جملہ ہم سب کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔ اِس لیے آدمی جب بڑا ہوتا ہے جب بڑائی کے مطابق کام کرے خواہ جہاد کا میدان ہو تعلیم و تعلم و دعوت و تبلیغ جتنے بھی تقاضے ہیں علم سے آباد ہیں۔ آخر میں حضرت نے اخلاق اور باطنی علم سیکھنے پر زور دیکر بیان ختم فرمایا۔

بیان کے بعد مدرسہ والوں نے حضرت اقدس کی چائے کی دعوت کی تھی۔ مدرسہ کے مہتمم مفتی گل رحمان صاحب، مولانا ہاشم صاحب اور مفتی محمد یوسف صاحب نے حضرت صاحب کی مدرسے میں تشریف آوری پر انتہائی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے شکریہ اَدا کیا۔

دُوسری جانب جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم ظفراللہ، قاری عبدالحنان، شیر احمد شیدائی لکی مروت والے بار بار فون کے ذریعہ سے حضرت اقدس سے وقت لینے کے لیے اصرار کرتے رہے۔ حضرت اِن کی محبت اور خواہش کا لحاظ رکھتے ہوئے وقت دینے پر راضی ہوگئے۔ ابھی ہم احیاء العلوم میں تھے کہ یہ حضرات گاڑی لے کر مدرسہ میں پہنچ گئے۔ 1:00 بجے کے قریب ٹانک سے لکی مروت کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں ''پیزو'' شہر کے مدرسے کے طلباء جو جامعہ مدنیہ جدید میں پڑھ چکے تھے لکی مروت تشریف آوری پر یہ حضرات بھی حضرت صاحب سے مصافحہ کے لیے سڑک پر کھڑے تھے۔ طلباء کی محبت دیکھ کر حضرت صاحب گاڑی سے اُتر کر اُن کے لیے علم نافع کی مختصر دُعا کی۔ قریب ہی جامعہ کے ایک اور طالب علم ابراہیم کے اصرار پر اُن کے گاؤں تشریف لے گئے۔

بعد اَزاں تترخیل پہنچنے پر جامعہ کے طالب علم قاری حمیداللہ نے حضرت صاحب کی اپنے گاؤں آمد پر شاندار استقبال کیا۔ جہاں ظہر کی نماز اَدا کی۔ چونکہ دوپہر کے کھانے کی دعوت لکی مروت والوں کی طرف تھی۔ لیکن حضرت اقدس طلباء کی دلجوئی کے لیے اِن کے ہاں کچھ تناول کر کے طلباء اور گاؤں والوں کے لیے دُعا کر کے وہاں سے روانہ ہوگئے۔ واپسی پر مٹورہ کے قریب مدرسہ جامعہ عمر کے مہتمم مولانا افتخار صاحب اور اُن کے دیگر ساتھی استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ مٹورہ پہنچنے پر حضرت اقدس سے ملاقات کر کے ہم سفر ہوئے۔

شام چار بجے کے قریب ہم لکی شہر مدرسہ جامعہ عمر میں پہنچ گئے۔ جامعہ مدنیہ جدید کے طلباء اور وہاں

کے علماء اور تبلیغی مرکز کے نائب امیر حاجی ایوب خان صاحب ،حاجی امان اللہ صاحب اور دیگر احباب حضرت اقدس کی ملاقات سے مشرف ہوئے ۔بعد نمازِ عصر حضرت صاحب طالب علم ظفراللہ صاحب کی دعوت پر اُن کے گاؤں اماخیل تشریف لے گئے ۔اماخیل پہنچنے پر مولانا عبدالرحیم صاحب سابقہ امیر جمعیت طلباء اسلام اور محمد حنیف صاحب مہتمم اشاعت القرآن للبنات اور دیگر علماء کرام نے استقبال کیا۔ بعد اَزاں مدرسہ اشاعت القرآن للبنات کی مہتمم صاحب کے اصرار پر حضرت اقدس نے دُعا کی ۔وقت کی قلت کی وجہ سے بعض حضرات سے معذرت کرنی پڑی ۔مولانا افتخار صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے ہمیں ڈیرہ روڈ پر پہنچا کر حضرت صاحب سے دُعائے خیر کروا کر اِجازت لی ۔رات 8:00 بجے کے قریب ہم خیریت سے ڈیرہ اسماعیل خان واپس پہنچ گئے ۔ یہاں مشورے میں طے یہ پایا کہ صبح لاہور کے لیے سفر کیا جائے ۔اِس پورے سفر میں ہمارے جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس مولانا عبدالباسط صاحب ہمراہ تھے ۔بعد اَزاں احقر ڈیرہ سے واپس ٹانک چلا گیا۔

☆

۱۴ر اپریل کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب جمعیت علماء اسلام کے نائب امیر مولانا سید امیر حسین شاہ صاحب گیلانیؒ کی تعزیت کے لیے اَوکاڑہ تشریف لے گئے ۔عشاء کے قریب اَوکاڑہ پہنچ کر حضرت سید صاحب کے بیٹے احسان الحق صاحب ،مولانا شمس الحق صاحب اور اُن کے بھائی اور بھتیجے سید انور شاہ صاحب گیلانی صاحب سے تعزیت کی ۔ بعد اَزاں سید انور شاہ صاحب گیلانی کے اصرار پر حضرت صاحب نے بعد نماز عشاء مسجد جامعۃ المدنیہ میں مختصر تعزیتی بیان فرمایا۔ بعد ازاں حضرت صاحب اپنے مرید قاری عثمان صاحب کی کھانے کی دعوت پر جامع مسجد عثمانیہ گول چوک تشریف لے گئے ،راستے میں قاری عبدالوحید صاحب کے اصرار پر مسجد کعبہ بھی تشریف لے گئے ۔رات 1:30 بخیریت گھر واپس لے آئے ۔

# جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

# کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 92+ - 5330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 92+ - 7703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 6152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)